کلیاتِ رضوانؔ



از:

شیخ المشائخ ہادیٔ طریق کنز الحقائق یگانِ مظہر مرتبہ اجمل بشر سرِ خفی مرشدی و مولائی
حضرت صوفی خواجہ سید عزیز الدینؒ رضوانؔ شاہ قادری چشتی احمدی نابیؔ المرزائی کوہیری رحمۃ اللہ علیہ

درودِ چشتیہ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ علٰی سَیِّدِنَا وَمَولَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا وَمَولَانَا مُحَمَّدٍ کَمَا تُحِبُّ وَتَرضٰی بِاَنْ تُصَلِّی عَلَیْہِ

دُعائے چشتیہ المزائیہ ونائبیہ

اَللّٰھُمَّ اَفتَح لَنَا بِالْخَیرِ وَاَختِم لَنَا بِالْخَیرِ وَاجْعَلْ عَوَاقِبَ اُمُوْرِنَا بِالْخَیرِ بِیَدِکَ الْخَیرِ اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ

آدابِ مجلس سماع

سامع سمع کو ضرورت ہے کہ بوقت سمع یعنی مجلسِ سماع میں لباس ہم دریں پاک رہے اور جہاں جگہ ملے بیٹھ جائیں اور کسی قسم کی بھی گفتگو نہ کریں۔ اور کسی صاحبِ حال پر اعتراض نہ کریں۔ اگر کوئی چیز قوال کو دینا منظور ہو تو بزرگ حاضرِ مجلس کے نذر کے ذریعہ دیں۔ اگر بوقت سمع آواز اذاں یا خیالِ نماز آجائے تو فوری مجلس سے اٹھ کر نماز ادا کرلیں۔ یوں تو آدابِ سمع بہت ہیں۔ یہاں مختصر عرض کیئے گئے ہیں۔


نظر بخشے نظر کو نور محبوب خدا ہو کر
کہیں دیکھا ہیں اپنے آپ کو خود سے جدا ہو کر



جانشین حضرت رضواںؒ بابا

حضرت سیّد پرویز عزیز شاہ چشتی رضوانی نابی المزائی

باسمہٖ تعالیٰ

پیشِ لفظ

تکمیل جلد اوّل : نظارۂ نور سنہ ۱۴۱۲ھ المعروف بہ ذراتِ رسالت سنہ ۱۹۹۲ء

محمد اسمٰعیل صاحب قادری القدیری المتخلص اشرفؔ لالہ گوڑہ فرماتے ہیں کہ

گلستان سخن رضوانؔ گل ہدایت سے شاداب ہے
جس میں دو جہاں کی زندگی کا مکمل اسباب ہے

کلام رضوانؔ سے حاصل خودی کی پہچان ہے
جس کے ذریعہ زندگی کی راہ منزل آسان ہے

الحمدُ لِلّٰہ اللہ کا بڑا احسانِ عظیم ہے کہ اُس نے میرے والدِ بزرگوار محترم پیرِ طریقت خواجہ صوفی سید عزیز الدین رضوانؔ شاہ قادری الچشتی قلندری احمدی نائبی والمرزاقی قدس سرہ العزیز کو اللہ رب العزت نے وسیع علم توحید، تصوف و معرفت الٰہی سے نواز کر اپنے علم کو دور دراز تک اشاعت کرنے کیلئے ذوق شاعری سے عروج تک سرفراز کیا۔ جس کی وجہ سے انہوں نے اپنی زندگی میں [۳] عدد کلاموں کی جلدیں نظارۂ نور المعروف بہ ذراتِ رسالت

کی پہلی جلد ۱۴۱۲ھ م ۱۹۹۲ء جو نام کا میزان بھی ہے شائع ہوئی۔ حصہ دوم حصہ سوم ۱۹۹۹ء و ۲۰۱۰ء میں اشاعت کر کے اہلِ معرفت و تصوف کی علمی قابلیت کو فروغ دینے کے لئے منظرِ عام پر لائی گئیں۔ آپؒ کے تقریباً (۱۲۰۰) بارہ سو سے زائید کلام موجود ہیں جن میں حمد، نعت۔ منقبت۔ نظم عشقیہ، تنزیہ، دیہقانی، دکنی، نسبتی عرفانی اور تصوف سب ہی اصناف شامل ہیں۔ زیادہ تر کلام توحید و تصوف پر مبنی ہے جس میں تقریباً پانچ سو سے زائید کلامی مجموعے شائع ہوئے ہیں۔ اہلِ طریق اہلِ تصوف و مختلف اہلِ سلسلہ حضرات علم باطنی رموز سے مستفید ہو رہے ہیں۔ اہلِ طریق اہلِ تصوف و مختلف ریاستوں بشمول کشمیر ہی نہیں بلکہ پڑوسی ملک پاکستان تک رسائی ہوئی اور تمام شعبہ جات سے بے شمار خراج تحسین کی رسائی ہو رہی ہے اور متعدد مقامات سے، دوست احباب، باباؒ کے خلفاء مریدین و معتقدین کے بیحد اصرار سے یہ خواہش پیش کی جا رہی ہے کہ تمام کلاموں کے مجموعوں اور غیر طبع کلاموں کو ایک ساتھ ملا کر دیوانِ کلاں کی شکل دے کر منظرِ عام پر لایا جائے۔ تمام اہلِ ذوق حضرات کے گذارشات کو مدِ نظر رکھتے ہوئے باباؒ کے کلام محض کلام نہیں بلکہ تعلیمات و نئے نئے اندازِ فکر کے عکاس ہیں درس خودی پر دال ہیں آپ کو شاعرِ خودی کہا جاتا رہا۔ بشرطیکہ مطالعہ بغور ہو۔ جس وقت یہ کلمات تحریر کر رہا

ہوں تو میرے کانوں میں یہ صدا دستک دے رہی ہے کہ ؎

رضواںؔ ہماری قدر یہاں پر نہیں سہی
مرنے کے بعد قدر تو ہوگی کلام کی

میں نے اس معاملے میں پہل کر کے اور اللہ تعالیٰ کی رحمتِ کاملہ کے بھروسے اور تمام اولیاء کرام کے وسیلے اور تمام اہلِ سلسلہ رضوانیہ حضرات کی دعاؤں کے نتیجہ اور شکر گذار ہوں میں محمد ابراہیم شاہ چشتی رضوانی بھائی لنگم پلی کا جنہوں نے جلدِ کلاں کی طباعت میں زرِ تعاون میں مدد کی۔ مشکور وممنون ہوں سب ہی پیر بھائیوں کا جن کی کاوشوں سے میری کاوش نصرت نصرت حاصل کی ہے جو آج یہ مجموعہ آپ حضرات کے ہاتھوں میں ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سب کے دلوں میں نورِ عرفان منوّر کردے۔ آمین ثمہ آمین۔ اسلامی تعلیمات کا احیاء اور نئی نسل کے تعلیماتی فروغ کے لیئے مجموعاتِ کلام ازحد مفید تصور کیئے جاتے ہیں جو قرآن حدیث۔ وحدت وہدایت کا مکمل خزانہ ہے اس شاعرِ تصوف وخودی کا ۱۸ اگست ۲۰۱۲ء م ۲۹ رمضان المبارک ۱۴۳۳ھ کو آپ کا قلم خشک ہوگیا۔ آپ کی بارگاہ موضع کاسال شریف تہنورا منڈل نزد دولت آباد سنگاریڈی روڈ ضلع میدک تلنگانہ میں مرجع خلائق ہے۔

والسلام

خاکپائے اولیاء وجانشین حضرت رضواںؔ

حضرت سید پرویز عزیز شاہ قادری چشتی رضوانی

ریاست نگر۔ حیدرآباد
تلنگانہ، الہند

پیش لفظ

محمدؐ سے ہے دو جہاں کا اُجالا
محمدؐ ہے بے شکل کی شکل والا

کہو جسم میں جان جب تک ہے امجدؔ
محمدؐ... محمدؐ... محمدؐ... محمدؐ

محترم سید عزیز الدین رضوانؔ صاحب قادری الچشتی ال کوہیری حال مقیم لالہ گوڑہ (ساؤتھ) سکندرآباد اے پی (الہند) کے بے مثال مجموعۂ کلام... نظارۂ نور... المعروف "ذرات رسالت" کے پیش لفظ کے لئے... جسکی کتابت کی تکمیل آج ۱۴ مئی ۱۹۹۲ء کو مکمل ہوئی... اور ابھی طباعت وغیرہ کے مراحل باقی ہیں... حضرت محترم کے حکم کی تعمیل میں جب قلم اٹھایا... تو امجدؔ حیدرآبادی کی مندرجہ بالا رباعی زبان قلم سے صفحہ قرطاس پر منتقل ہوگئی اور مجھے حیرت ہوئی... کہ رضوانؔ صاحب کے کلام کے پیش لفظ کی ابتداء ایک "بندے" کی مدح سرائی سے کیسے ہوگئی اور وہ بھی ایسے مشرکانہ انداز میں...! جب کہ اسی "انسان" کی تنبیہہ کلام اللہ اس طرح کر رہا ہے... کہ "اے محمدؐ... جب تم سے لوگ تمہارے بارے میں دریافت کریں تو کہدو... کہ... "انا بشر مثلکم"... یعنی میں ایک بشر ہوں...

جس کی مثال تم ہو"... لیکن ایک ایسے انسان کی... جو ہم جیسا ہے... اتنی تعریف کیسی... کہ شاعر نے کہدیا... کہ محمدؐ سے دو جہاں کا اجالا ہے... محمدؐ... بے شکل یعنی [تنزیہہ] کی شکل والا... یعنی تشبیہہ ہے... اور پھر ستم بالائے ستم یہ... کہ جب تک جسم میں جان ہے... محمدؐ... محمدؐ... محمدؐ کی رٹ لگانے کی بھی بڑی جراءت کے ساتھ تلقین کر رہا ہے...!!

عجیب بات ہے...!! اسی لئے تو شاعر کی کلام اللہ میں سرزنش کی گئی ہے... کیونکہ ایسی باتیں کہہ جاتا ہے... جو حدِ ادب سے متجاوز ہوتی ہے... لیکن اتنی جراءت کی... آخر جراءت کیسے ہو گئی... کہ ایک "بظاہر معمولی" سے انسان کے لئے ایسے الفاظ استعمال کر بیٹھا جبکہ اسی "انسان" نے اعلان کر دیا... کہ میری مثال تو تم ہو... تو پھر... کیا محمدؐ کی طرح... ہم بھی اس مرتبہ کے حامل ہیں... کیا ہم سے دو جہاں کا اجالا ہے... کیا ہم بھی بے شکل والے کی شکل والے ہیں... کیا ہم کو بھی چاہیئے... کہ محمدؐ کے اسم کی طرح... اپنے اسم کا ورد کریں... آخر کیا کریں...؟ غور کرنے پر محسوس تو یہی ہوتا ہے کہ ہاں... بجا... درست... لیکن کیا ہم شرک کے مرتکب نہیں ہو جائیں گے... یعنی اللہ کے وجود کے ساتھ اپنے کو آپ کو شامل کرنے کا جرم تو سرزد نہیں ہو جائے گا؟ جو اتنا بڑا جرم ہے... کہ اللہ تعالیٰ مشرک

کے لئے فرماتا ہے ... کہ بس یہی ایسا ایک واحد جرم ہے کہ جسکی معافی ہو ہی نہیں سکتی۔ خوب ... بہت خوب ... بقول غالب ...

جبکہ تجھ بن نہیں کوئی موجود

پھر یہ ہنگامہ ... اے خدا ... کیا ہے

اسم محمدؐ ... وہ اسم ہے جو پہلے کسی اور کے لئے استعمال نہیں ہوا ... محمدؐ یعنی ... وہ جو تعریف کے ساتھ متصف ہے ... یعنی تعریف کے قابل ... لیکن تعریف کے قابل تو صرف اللہ ہی ہے ... کیونکہ دلیل الحمدللہ" کی موجود ہے ... پھر محمدؐ میں حمد کا لفظ کیوں شامل ہے ... اور محمدؐ کو کلمہ طیبہ میں بھی شامل کیا گیا ہے ... یعنی اللہ کے ساتھ ایک بندے کا نام ... لائق عبادت سوائے اللہ کے اور کوئی نہیں ... اور محمدؐ اللہ کے رسول ہیں ... یہ تخصیص محمدؐ ہی کے ساتھ کیوں ... جبکہ ہم بھی محمدؐ جیسے ہیں ... بقول آیتِ کریمہ کے ... یعنی اَنَا بَشَرٌ مِثلکم !! ...

... اور پھر اہل قریش کا بھی تو یہی اعتراض تھا ... کہ کیا خدا کو کوئی اور شخص دستیاب نہ ہو سکا ... کہ ایک یتیم ... یسیر اور تعلیم سے نابلد (امی) انسان کو منتخب کر بیٹھا ... اور رسول بنا دیا ... اور ... کلمہ کا جزو بنا دیا جو لا الٰہ الا اللہ محمدؐ الرسول اللہ سے ظاہر ہے ... سارے کلام اللہ کا نزول اسی فردِ مخصوص پر وحی کے ذریعہ کیا گیا ...

آخر کیوں... اس سوال کا کیا کوئی جواب بھی ہے؟ ہاں ہے... یہی وہ فرد واحد ہے جسنے آدمؑ کو دم دار بنایا... انسان کو اس کی حقیقت بتائی... یہ بتایا کہ... بظاہر دنیاوی نعمتوں... یعنی دولت کی فراوانی ... علم کی تحصیل... ماں باپ کا سایہ... وغیرہ سے محرومی... اصل سرچشمے کو متاثر نہیں کرسکتا... اور طالب صادق کو... وہ سب کچھ حاصل ہوسکتا ہے جس سے ساری نعمتوں کی فراوانی کے باوجود دنیا کا غالب طبقہ محروم ہے... اور وہ ہے... قرب الٰہی... وہ معرفت ربّی جو توحید خالص کے بغیر ممکن نہیں...

... اور اسی ایک حقیقت کے ادراک کے لئے ساری دنیا کے مذاہب نے جنم لیا... اور ہر مذہب و مکتب خیال کا استدلال ہے... کہ ہم سہی اور دوسرا غلط... اور اسی ہنگامہ آرائی سے انسان ایک دوسرے کے خلاف معرکہ آرائی ہو رہی ہے... ہے تو ایک انسان ہی... جس کا اظہار محمدؐ نے سادگی سے کردیا... یعنی "اَنَا بَشَرٌ مثلکم" ... پھر ایک ہی جیسا انسان ایک دوسرے کے خلاف کیوں...؟

عظمتِ محمدیؐ کا کمال ہی یہ ہے کہ انا بشرٌ مثلکم فرمایا ہے... جس کے لئے امجدؔ نے وہ رباعی کہی... اور اقبالؒ نے فرمایا...

وہ دانائے سُبل... ختمِ رُسل... مولائے کُل... جسنے
غبارِ راہ کو بخشا فروغ وادی سینا

نگاہ عشق و مستی میں وہی اوّل وہی آخر
وہی قرآں... وہی فرقاں... وہی یٰسین... وہی طٰحہٰ

کیونکہ یہی وہ عظیم ہستی ہے جسنے انسان کو مقامِ انسانیت سے روشناس کرایا ہے... یہ کہہ کر... انسان کو اللہ تعالیٰ نے اپنی شکل پر پیدا کیا... خلق آدم علیٰ صورہٖ... اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے مزید توضیح فرمائی یہ کہہ کر... کہ "مَنْ عرفہ نفسہٖ فقد عرف ربّہٗ" یعنی جسنے اپنے نفس کا ادراک کیا... اس نے اپنے رب کی معرفت حاصل کی...

... کیا یہ آیت آپ کو کھلا درس نہیں دے رہی ہے... "اقرب الیہی من الحبل الورید... یعنی اللہ تعالیٰ انسان کی رگ جاں سے زیادہ قریب ہے... اللہ تعالیٰ کو انفس و آفاق میں تلاش کرنے کا درس ملاحظہ فرمایئے... "فاانما تو لو فثم وجہ اللہ" یعنی تم جدھر بھی اپنا رخ کرو گے... سوائے اللہ کے... کسی اور کا چہرہ نہیں دیکھو گے...

اس سے بلیغ درس توحید اور کیا ہو سکتا ہے... یعنی (بہ ہر سو جلوہٗ دلدار دیدم) حضرت سیّد محمد انوار اللہ معتنار؄ فرماتے ہیں...

ظاہر ہوا آفاق میں... انفاس میں انوار
رنگ لانے لگی... پس جو گئی برگِ حنا بار
سرّی سے خفی اور پھر اخفا کی تجلّی

ہر روز ہوا کرتی ہے میثاق کی تکرار

انسان کی ہستی وہ عظیم سرچشمۂ اسرار و رموز ہے کہ جس کا ادراک صرف معدودے چند ہستیاں ہی کر سکی ہیں... حالانکہ ہر انسان بلا امتیاز رنگ و نسل اور بلا امتیاز مذہب و ملت اس عظیم نعمت کا حامل ہے... جس کا اظہار حضورؐ نے "اَنَا بَشَرٌ مِثلکُم" کے ذریعہ کیا اور اسی لئے تو انسان کے آگے سارے ملائک کو سجدہ ریز کروایا گیا... اور اسے خلیفۃ الارض مقرر کیا گیا... لیکن اس کی فطری کم مائیگی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا گیا... "ظلوماً جھولا"... یعنی یہ پیکر انسانی چونکہ اپنے آپ سے ہٹ کر اس خزینۂ بے بہا کو لٹا بیٹھا ہے... اور اسی آفاق میں گم ہو کر قصۂ پارینہ بن جاتا ہے... اپنے کتاب وجود یعنی ام الکتاب سے ہٹ کر جہل کا ثبوت دیا ہے اور اس عمل سے اپنے آپ پر ظلم کر بیٹھتا ہے... سب کچھ چھوڑ کر اپنے آپ کی طرف پلٹنے کا نام ہی توحید ہے... جس کے بعد ادراک خداوندی کے لازوال نعمت سے سرفراز ہو سکتا ہے... یہی تو معراج ہے... یعنی اپنے وجود میں اپنے یار کا جلوہ دیکھنا جیسے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح فاش کیا کہ فرمایا... "الصلوٰۃُ مِعراج المومنین" یعنی صلوٰۃ کے ذریعہ مومن معراج حاصل کرتا ہے... کون ہے جس نے اس بلیغ نکتہ کو اتنی وضاحت کے ساتھ اس عالم کے سامنے

پیش کر دیا... کون ہے... جس نے اس اَسفَل السافلین کو علی العلیین کے مقام سے روشناس کرایا... محمدؐ ہی تو ہے... کیونکہ ہر کوئی "محمدؐ" ہے... یعنی توصیف شدہ... لیکن اپنے مقام سے ناواقف... اسی لئے امجدؔ نے کہا...

کہو جسم میں جان جب تک ہے امجدؔ
محمدؐ... محمدؐ... محمدؐ... محمدؐ!!

یعنی اپنا دیدار محمدؐ کا دیدار... اور خدا کا دیدار...!! سمجھئے اور پائیے امجدؔ کی ایک اور رباعی ملاحظہ کیجئے۔

مَست مئے مَیں میں ہمیشہ رہتا ہوں مَیں
مَیں مَیں مَیں ہمیشہ کہتا ہوں مَیں

کِس شان سے کہتا ہوں... اللہ رے مَیں
سمجھا نہیں اس... کو آج تک... واہ رے مَیں!!

اور اسی مَیں کے مئے ادراک سے سرشار ہو کر منصور حلاّج نے انا الحق کا نعرہ لگایا جس نعرے کی مستی آج تک توحید کے مئے پرستوں کو سرشار کر رہی ہے۔ حضرت رضی الدین رضیؒ فرماتے ہیں...

نشہ... وہ بھی... بغیر جام و بادہ
کوئی کیا جانے... میخواری ہماری

اور خواجہ آتش رح فرماتے ہیں...

تر دامنی پہ شیخ ہماری نہ جائیو
دامن نچوڑ دیں... تو فرشتے وضو کریں

اقبال کا کلام تو اسی ادراکِ خودی کے پیام سے لبریز ہے... ملاحظہ فرمایئے...

خودی وہ بحر ہے... جس کا کوئی کنارہ نہیں
تو آبجو اسے سمجھا اگر... تو چارہ نہیں

ترے مقام کو انجم شناس کیا جانے
کہ خاکِ زندہ ہے... تابعِ ستارہ نہیں

یہیں بہشت بھی ہے... حور و جبرئیل بھی ہے
تری نگہ میں ابھی شوقِ نظارہ نہیں

...

گلہ تو گھونٹ دیا اہلِ مدرسہ نے تیرا
کہاں سے آئے صدائے لا الٰہ الا اللہ

خودی میں گم ہے خدائی... تلاش کر غافل
یہی ہے تیرے لیے اب صلاحِ کار کی راہ

حدیث دل کسی درویش بے گلیم سے پوچھ
خدا کرے تجھے تیرے مقام سے آگاہ

برہنہ سر ہے تو عزمِ بلند پیدا کر
یہاں فقط سرِ شاہیں کے واسطے ہے کلاہ

...

ہر اک مقام سے آگے مقام ہے تیرا
حیات ذوقِ سفر کے سوا کچھ اور نہیں

گراں بہا ہے تو حفظِ خودی سے ہے... ورنہ
گہر میں آبِ گہر کے سوا کچھ اور نہیں

بتوں سے تجھ کو امیدیں... خدا سے نومیدی
مجھے بتا تو سہی... اور کافری کیا ہے

کِسے نہیں ہے تمنائے سروری لیکن
خودی کی موت ہو جس میں وہ سروری کیا ہے

نہ تو زمیں کے لیے ہے نہ آسماں کے لیے
جہاں ہے تیرے لیے... تو نہیں جہاں کیلئے

رہے گا وادیٔ نیل و فرات میں کب تک
ترا سفینہ... کہ ہے بحرِ بیکراں کے لیے

نشاں راہ دکھاتے تھے جو ستاروں کو
ترس گئے ہیں کسی مردِ راہ داں کے لیے

- - -

تو اے اسیرِ امکاں... لامکاں سے دور نہیں
وہ جلوہ گاہ ترے خاکداں سے دور نہیں

یہ ہے خلاصہ علم قلندری... کہ حیات
خدنگ جستہ ہے لیکن کماں سے دور نہیں

مرے نوائے پریشاں کو شاعری نہ سمجھ
کہ میں ہوں محرمِ رازِ درونِ میخانہ

- - -

بے ذوقِ نمود... زندگی... موت
تعمیرِ خودی میں ہے خدائی

رائی زورِ خودی سے پربت
پربت... ضعفِ خودی سے رائی

تری قندیل ہے ترا دل
تو آپ ہے اپنی روشنائی

اک تو ہے کہ حق ہے اس جہاں میں
باقی ہے نمودِ سیمیائی

- - -

جب عشق سکھاتا ہے... آدابِ خود آگاہی
کھلتے ہیں غلاموں پر... اسرارِ شہنشاہی

آئینِ جواں مرداں... حق گوئی و بیباکی
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

- - -

خودی کی جلوتوں میں مصطفائی
خودی کی خلوتوں میں کبریائی

زمین و آسماں و کرسی و عرش
خودی کی زد میں ہے ساری خدائی

- - -

یہ موج نفس کیا ہے... تلوار ہے   خودی کے نگہباں کو ہے زہرِ ناب
خودی کیا ہے... تلوار کی دھار ہے   وہ ناں جس سے جاتی رہے اسکی آب
خودی کیا ہے... رازِ درونِ حیات   وہی ناں ہے اسکے لئے ارجمند
خودی کیا ہے... بیداری کائنات   رہے جس سے دُنیا میں گردن بلند
خودی جلوہ بدمست و خلوت پسند   وہی سجدہ ہے لائق احترام
سمندر ہے ایک بوند پانی میں بند   کہ ہو جس سے ہر سجدہ تجھ پر حرام
اندھیرے اُجالے میں ہے تابناک   تری آگ اس خاکداں سے نہیں
من و تو پیدا من و تو سے پاک   جہاں تجھ سے ہے... تو جہاں کیلئے نہیں
ازل سے ہے یہ کشمکش میں اسیر   خودی شیر مولیٰ جہاں اس کا صید
ہوئی خاک آدم میں صورت پذیر   زمیں اس کی صید آسماں اس کا صید
خودی کا نشیمن میرے دِل میں ہے   یہ ہے مقصد گردشِ روزگار
فلک جس طرح آنکھ کے تل میں ہے   کہ تری خودی تجھ پہ ہو آشکار

ہو اگر خود نگر و خود گر و خود گیری خودی
یہ بھی ممکن ہے کہ تو، موت سے بھی نہ مر سکے

مہر و مہ و انجم کا محاسب ہے قلندر
ایام کا مرکب نہیں... راکب ہے قلندر

کافر کی یہ پہچان کے آفاق میں گم ہے
مومن کی یہ پہچان کہ گم اس میں ہیں آفاق

ہزار چشمہ تری سنگِ راہ سے پھوٹے
خودی میں ڈوب کے ضربِ کلیم پیدا کر
لوح بھی تو قلم بھی تو تیرا وجود الکتاب
گنبد آبگینہ رنگ تیرے محیط میں حباب

رضواںؔ صاحب فرماتے ہیں...

حقیقت جان لو معراج کی رازِ نہانی ہے
بتاؤ کونسا خود میں مکاں اُمِّ ھانی ہے
یہ وہ معراج ہے... عقل و خرد حیران ہے رضواںؔ
کہ ہم نے اس کی خاطر دو جہاں کی خاک چھانی ہے
جسم ہم سے ہے جان ہم سے ہے
بے نشاں کا نشان ہم سے ہے
راز جو کچھ بھی ہے وہ حضرتِ انساں میں ہے
گنجِ مخفی کا خلاصہ اسی قرآں میں ہے
آپ اپنے کو سمجھ جائے تو انسان بس ہے
رب کی پہچان نہاں اپنی ہی پہچان میں ہے
اسی صورت میں پنہاں دیکھیے... جلوے خدا کے ہیں
یہ وہ صورت ہے جس کے سامنے ہے مات ہر صورت

جگرؔ صاحب فرماتے ہیں ...

با ہمہ ذوقِ آگہی ہائے رے پستیِ بشر

سارے جہاں کا جائزہ اپنے جہاں سے بے خبر

اور یہ بھی ایک المیہ ہے کہ اس جلیل القدر درس کو انسان نے فراموش کر دیا ہے ... اور خود پرستی چھوڑ کر مرشد پرستی اور قبر پرستی کا شکار ہو گیا ... اس سے بدتر صورتحال اپنی پستی کی اور کیا ہو سکتی ہے کہ شہنشاہ غلام ہو گیا ... درویشِ بے کلیم حضرت سید عزیز الدین رضوان کا اجتہاد یہی ہے ...

... ان کا سارا کلام درس انا پر مشتمل ہے ... اور طرح طرح سے انہوں نے انسان کو جھنجھوڑا ہے ... کہ اٹھ اور اپنا مقام پہچان ... اپنی خودی کا ادراک کر ... سب کچھ چھوڑ اور اپنی خودی کی طرف پلٹ جا جو تیری زندگی کا مقصد ہے ...

... ملاحظہ فرمائیے ...

اور یہی درس کلمہ طیبہ میں موجود ہے ... یعنی یار کے سوا کوئی نہیں ... اور رسالتِ محمدیؐ ابدی حقیقت ہے ... اور نور محمدیؐ سے ہمارا وجود قائم ہے ... اور اپنا دیدار ... خدا کا دیدار ہے

م ع ح الحرامیؔ مورخہ ۱۴ مئی ۱۹۹۲ء

درحقیقت خود تو ئی ام الکتاب
صورتِ نقشِ الٰہی خود تو ئی

بسمہٖ تعالیٰ

اپنی بات

ہو الظاہر بیان ہے اُن کا
سارا عالم مکان ہے اُن کا
شانِ آدم کی پوچھتے کیا ہو
اِمتیازی نشان ہے اُن کا

الحمدُ للہ، اللہ تبارک تعالیٰ کا لاکھ لاکھ احسان عظیم ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کو "ظلوما جھولا" کے خطاب سے نواز کر خلافتِ خاص عطا فرمایا اپنے حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل میں اِنسان کو ایک ایسا علم عطاء کیا کہ جس پر انسان جس قدر بھی فخر کرے کم ہے اسی علم کی ذرہ برابر تجلی نے انسان کو کہاں سے کہاں پہنچا دیا۔ آج اسی علم خاص کی بدولت انسان کے دل و دماغ روشن ہیں۔

سب خدا کیا ہے سوچتے ہوں گے
بندہ کیا ہے... یہ سوچتا ہوں میں
خود کی تہہ کو... میں خود پہنچ نہ سکا
ایسا پیچیدہ راستہ ہوں میں

آغازِ شاعری: ۱۹۴۷ء جبکہ مجھے بندہ ناپائیدار ذرہ بے مقدار کی عُمر تقریباً ۱۴/ یا ۱۵/ برس کے لگ بھگ رہی ہو گی کہ پولیس ایکشن کا نزول ہوا

مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ اسی دور سے شاعری کا آغاز ہوا۔ الحمدللہ آج تک یہ ذوق جاری ہے۔ شاعری کے ابتدائی دور میں عشقیہ، مزاحیہ کلام کہے جاتے رہے۔ اسی اثناء میں روزگار کی تلاش میں اپنے پیارے وطن کو ہمیر شریف سے ہجرت کرکے حیدرآباد منتقل ہونا پڑا۔ یہاں کے ماحول نے شاعری کو اور کچھ نکھارا۔

کلام کا ذخیرہ جوں جوں بڑھتا گیا کلام کی اصلاح کی فکر محسوس ہوئی حیدرآباد کے مختلف اساتذہ سے رجوع ہوا۔ آخر حضرت مرزا غلام مصطفیٰ رسا (شاگرد داغ دہلوی) کی صحبت خاص سے مشرف ہو کر شاعری کے داؤ پیچ سے واقف ہوتا رہا۔

علم معرفت کی جانب رجوع : تقریباً ۳۵ برس کی بات ہے کہ ماہنامہ بیسویں صدی میں حضرت ابر احسنی کی غزل نظر سے گذری۔ جس کا حسن مطلع یوں تھا۔

معراج بندگی کی... وہ کافر اداہوں میں
محسوس بارہا یہ ہوا ہے... خُداہوں میں

پڑھ کر ایک دم چونک پڑا۔ فوری استادِ محترم کی خدمت میں حاضر ہو کر غزل پیش کی اسی شعر کے تعلق سے پوچھا گیا کہ کہیں یہ شعر خلافِ شرع تو نہیں ہے۔ استاد محترم نے فرمایا بابا یہ علم معرفت ہے۔ جس سے ایمان میں روشنی اور قلب کو سرور حاصل ہوتا ہے۔ اسی فکر میں زِندگی کے دِن

گذرتے گئے۔ اور ایک عرصہ بعد اسلامی کیلنڈر میں ایک شعر جو جلی حرفوں میں لکھا ہوا تھا نظر سے گذرا، شعر یوں تھا

جو جینا ہو تو پہلے زندگی کا مدعا سمجھے
خدا توفیق دے تو آدمی خود کو خدا سمجھے

علاوہ اس کے... صوفیاء کرام کے کچھ ایسے اشعار دیکھنے میں آئے۔ اور بزرگان دین کے کچھ ایسے واقعات مطالعات میں آئے... اور کچھ ایسے تصوف کے نکات سے سابقہ پڑا کہ جس سے راتوں کی نیند حرام ہوگئی۔ گویا میری جستجو کو چار چاند لگ گئے، اب طریقت کی فکر میں کئی ایک مشائخوں سے ملاقات کا شرف حاصل رہا... بالاخر تلاش حق کی خاطر حضرت ڈاکٹر محمد نذر محبوب شاہ قادری رح (خلیفہ حضرت سید محمد پاشاہ قادری رح ہلکٹہ شریف) کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوا۔ تقریباً ۱۵ برس تک پیر و مرشد کی خدمت میں راہِ سلوک طئے کرتا رہا۔۔ جستجو اور بڑھتی گئی... کئی ایک قلندروں، صوفیوں، حتی کہ سادھوؤں اور یوگیوں سے بھی سابقہ پڑا۔ اسی دوران میرے ماموں حضرت احمد حسین صاحب قبلہ رح چشتی نابیٔی و قلندری سے ملاقات ہوئی، جو حضرت سید غلام رسول صاحب قبلہ رح نائب شہید قلندری و مرزائی کے خلیفہ تھے۔ مسلسل تین دِن شب و روز بحث و مباحثہ ہوتا رہا بالآخر ماموں جان کی خواہش اور زیادہ اصرار پر مجھے خلافت سے نوازا گیا۔

اللہ پاک کا لاکھ لاکھ احسان ہے کہ اپنے حبیب اکرم کے صدقہ میں دِل کو سکون روح کو راحت اور نفس کو مطمئن کر دیا۔ اب تک تقریباً (۸۰۰) آٹھ سو غزلیات کہے گئے ہیں۔ جن میں حمد، نعت، منقبت، نظم، عشقیہ طنزیہ، دیہقانی، دکنی، نسبتی، عرفانی اور تصوف سبھی اصناف شامل ہیں۔ زیادہ تر کلام توحید و تصوف پر مبنی ہے۔ علاوہ اس کے ٹھمریاں رباعیات، قطعات، سبھی موجود ہیں۔

ایک عرصہ دراز سے یہ دلی تمنا تھی کہ اپنے کلام کو منظر عام پر لاؤں۔ لیکن وقت ساتھ نہ دے سکا۔

میرے معتقدین و مریدین دوست احباب کا زیادہ اصرار رہا کہ کلام چھپ جائے۔ تاکہ اہل طریق اور اہل ذوق کے لئے فائدہ مند ثابت ہوئے میرے بڑے بہنوئی سرپرست اعلیٰ حضرت سید منیر احمد صاحب قبلہ آفیسر اسٹیٹ بینک حیدرآباد حمایت نگر سے تذکرہ کیا گیا۔ جس پر میرے سرپرست اعلیٰ نے اپنی رضامندی و خوشنودی کا اظہار فرمایا و نیز میرے کرم فرما محترمی و مکرمی حضرت محمد سلطان پٹیل رحؒ چشتی نائیبی و مرزائی، محترمی چاند پٹیل چشتی نائیبی مرزائی، محترمی معین پٹیل چشتی و نائیبی و محترمی خواجہ پٹیل چشتی نائیبی و محترمی اکبر پٹیل چشتی نائیبی مرزائی و محترمی محمد اعجاز چشتی نائیبی مرزائی سجادہ درگاہ ملتور شریف، محترمی سید سردار چشتی نائیبی و مرزائی و محترمی احمد میاں چشتی و نائیبی مرزائی و محترمی محمد عبدالرشید چشتی القادری مدرس

ریلوے اسکول و محترمی محمد عثمان علی چشتی جمعیدار پولیس عنبرپیٹ محترمی
عبد الجلیل چشتی مشیر آباد، محترمی نور میاں (نواز) چشتی
میکانک مشیر آباد و محترمی محمد اقبال قریشی لالہ گوڑہ و دیگر چاہنے
والوں کے تعاون سے یہ مجموعہ کلام آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ دعا ہے
کہ اللہ پاک ان کے دلوں میں نور عرفان بھر دے (آمین)

و نیز یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتا کہ میرے ہم مشرب و ہم خیال میخانہ تصوف
کے رند بلاکش دریائے معرفت کے غواص توحید کے پرستار حقیقت
کے دلدادہ... بزرگان دین کے ثناء خواں... عاشق رسول جناب
م ع ح الحرامی کا بہت احسان مند ہوں کہ جنہوں نے مجھ کو ایک وادئ
گمنام سے نکال کر مرکز توحید پر لا کھڑا کیا... اور جن کی کاوشوں
کی بدولت نظارہ نور کا نظارہ پیش کیا۔

بارگاہِ خداوندی میں دُعا گو ہوں کہ اللہ پاک اپنے حبیب کے طفیل میں
موصوف کے علم ایمان عمل اور دل و دماغ میں توحید و معرفت کا نور
بھر دے۔ اور انہیں دین و دنیا میں دولت تصوف سے مالا مال کر دے۔

اعتراض... میرے اس توحیدی کلام پر... ہو سکتا ہے کسی کو کچھ اعتراض ہو
مگر خدا نہ کرے کیونکہ... میں نے تلاش حق و خودی کی جستجو میں کئی ایک
بزرگان دین و صوفیائے کرام کی کتب کا مطالعہ کیا ہے۔ ہر فرقہ کی
کتابوں کا بھی بغور مطالعہ کیا ہے.. حتی کہ بائیبل اور گیتا کو بھی نہیں

چھوڑا.. محض اس لئے کہ حقیقت کیا ہے۔ بفضلِ تعالیٰ ہر فرقہ میں توحید کی تعلیم ہی پائی گئی۔ اور توحید کو اہم قرار دیا گیا جب ہی تو مذہب اسلام ایک سچا مذہب کہلاتا ہے... ہاں اِتنا ضرور ہے کہ ہر فرقہ کا ایک الگ اعتقاد ہے... جو اُنہی کے علم کی روشنی میں بجا ہے۔ اور اپنے اپنے علم و ایمان کا تقاضہ بھی یہی ہے... ویسے ہی میرے علم کی روشنی میں میرا اعتقاد بھی ویسا ہی جیسے ہر فرقہ پرست کا ہے... میرا اعتقاد میرے کلام سے ظاہر ہے۔ ہر فرقہ و ہر مذہب کی عظمت و حرمت میرے لئے باعثِ فخر ہے... اللہ پاک سے دعا ہے کہ ہر انسان کے دل میں عظمتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اولیاء اللہ کی محبّت پیدا ہو۔ آمین

میری... قارئین کرام سے ادباً و احتراماً گذارش ہے کہ اگر کسی کو میرے کلام میں کچھ تلخی محسوس ہو... تو میری ناسمجھی پر محمول کرتے ہوئے معاف کر دیں... اور اگر زہے قسمت پسند آجائے تو مجھ گنہگار کو دعائے خیر سے یاد فرمائیں۔

بقول مجھ عاصی و گنہگار کے...

یہ فرشتہ تو نہیں... ہوں فقط... حمد و ثناء
بندہ... بندہ ہے... گنہگار نہ ہو... کیا معنی

والسلام
خاکسار
سید عزیز الدین رضوان قادری الچشتی کوہیری
(لالہ گوڑہ)

غرق بحرِ صوت سرمد کر دیا
یار کے پازیبؔ کی جھنکار نے

وجودِ زن سے ہے تصویرِ کائنات میں رنگ
اسی کے ساز سے ہے زندگانی کا سوزِ دروں

مکالماتِ فلاطوں نے لکھ سکی لیکن
اسی کے شعلے سے ٹوٹا نا شرارِ فلاطون

(اقبالؒ)

رضواں صاحب کا دیوان "نظارۂ نور" المعروف "ذراتِ رسالت" کا حصہ دوم "نازل" ہو چکا ہے... جس کے تعارف کے لیۓ عنوان تلاش کیا تو جناب سراج منیر کا یہ شعر ذہن میں ٹکرایا۔

غرق بحرِ صوت سرمد کر دیا ؛ یار کے پازیب کی جھنکار نے یعنی "یار" کے پازیب کی "جھنکار" نے صوت سرمد کے "بحرِ بیکراں" میں غرق کر دیا!! خواب... کیا کہنے... خیال کی ندرت قابلِ تحسین ہے۔ شاعر کو "اس" آوازِ قدیم سے ایسا ربط ہے کہ محبوب کے پائے نازک کی زیبائش کے لیۓ استعمال ہونے کے لیۓ پازیب کی "جھنکار" نے گویا "بیدار" کر دیا اور پھر اسے کبھی نہ تھمنے والی آواز کی خاموش لہروں میں غرق کر دیا۔

اب یہ سمجھ میں نہ آسکا کہ آخر رضواں صاحب کے "دیوان" کے تعارف کے لیۓ اسی شعر کے "نزول" کا کیا مقصد ہو سکتا ہے؟

سراج صاحب کے "یار" کے پازیب کی "جھنکار" ہو کہ رضواں صاحب کے "اشعار کا نزول" .... آواز تو وہی قدم .... نہ رُکنے اور نہ تھمنے والی آواز ہے جو ازل سے گونج رہی ہے .... جیسے کوئی "ادم" کہتا ہے کوئی "کُنْ فیکون" کہتا ہے کوئی "آوازِ جرس" سے معنون کرتا ہے، کوئی "کوئی "بانگِ درا" کہتا ہے اور کوئی کہتا ہے کہ جیسے مکھیاں بھنبھنا رہی ہیں۔ ہر ایک کا اندازِ بیاں علیحدہ ہے، لیکن سبھی کہہ رہے ہیں۔

کہ ایک "خصوصی آواز" ہے جو کونین کے ذرّے ذرّے سے نکل رہی ہے جس کو لوگ اپنے اپنے طور پر انٹرپریٹ Interpret کرتے ہیں کوئی کہتا ہے کہ اس پر "الہام" ہو رہا ہے، کبھی اسے "وحی" کا نام دیا جاتا ہے اور کبھی "آمد" سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

چنانچہ یہی ہوا .... رضواں صاحب جو کلام کا "نزول" ہوا .... تو اس کے تعارف کے لیئے یہ مخصوص شعر میرے "حرام مغز" سے نکل کر میرے ذہن سے ٹکرایا۔ اور مَیں نے اسے چُن لیا ..... یہ اور بات ہے کہ سراج منیر صاحب اس "حرامی" سے واقف نہیں ہے جس کی "صل صل" (آواز) کا یہاں ان صفحات پر "نزول" ہو رہا ہے۔

"صلصل" اس آواز کو کہتے ہیں جو کیچڑ جیسی چکنی مٹی سے تیار کردہ برتن سے "صلصلاتی" نکلتی ہے ... چنانچہ قرآن میں اسی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ آدم کی اسی "صلصلاتی مٹی" سے تخلیق کی گئی جس میں "گونجنے"

کی صفت موجود ہے کسی خالی گھڑے کا منہ کان سے لگاکر سنیئے ...
"زئیں زئیں" کرتی ہوئی" آواز آئے گی یا کسی خالی تھرماس کا منہ کان سے
لگاکر سنیئے ... ایسی ہی آواز آئے گی۔ آخران خالی برتنوں سے یہ "آواز"
"کیسے"؟

اسی طرح آدم یا کوئی اور ذی روح کسی نہ کسی طرح "بج" رہا ہے
یعنی" آواز" دے رہا ہے۔

ساز ہستی میں گونج "تم" سے ہے ٭ نغمۂ زن تار تار "تم" سے ہے

[حضرت سید نور علی شاہ قادری]

اب یہ "تم" کون ہے ... ساری دنیا اسی فکر میں "گم" ہے ... ہر مذہب
کی تان اسی پر ٹوٹتی ہے، ہر کوئی اس "تم" کو اپنے اپنے طور پر انٹر پریٹ
Inter Pet کر رہا ہے کوئی کہتا ہے "خدا" کوئی "ایشور" کوئی "بھگوان"
کوئی "گاڈ" God

کوئی "کچھ" اور کوئی "کچھ" ... لیکن حیرانی یہ ہے کہ کسی نے آج تک اس
نظر نہ آنے والی ہستی کو ... "جسے" وہ اپنی دانست میں خدا وغیرہ سمجھ بیٹھا
ہے، نہ تو دیکھ پایا ہے اور نہ اسکو صحیح طور پر سمجھ سکا ہے، پھر اس پر
"طرہ" یہ کہ ہر مذہب کا ماننے والا یہ دعویٰ کر رہا ہے کہ "اسی" کا مذہب
صحیح اور درست ہے ... اسی بنیاد پر اس دنیا میں ازل سے خون خرابہ
چلا آرہا ہے۔

کبھی "ٹی وی" کھول کر دیکھیئے ... اس پر ایک چینل تقریباً ہمہ وقتی طور پر چلتا رہتا ہے جس کا نام ہے "مہارشی ویدا ویژن'
جس پر مہارشی مہیش یوگی کا پروگرام آتا رہتا ہے. جسے
دنیا کے بڑے بڑے دانشور مخاطب کرتے ہیں اور مختلف زاویوں سے مہارشی کے خیالات کی ترجمانی کرتے ہیں جس کا "حاصل" یہ ہے کہ انسان کے وجود میں "وید" موجود ہے یعنی "علم" اس کے وجود میں "پوشیدہ" ہے جسے "حاصل" کرنے کی ضرورت ہے. مختلف سائینسی ذرائع سے "ویدک نالج
کو اس پروگرام کے ذریعہ انسان کے وجود میں ثابت کرنے
کی کوشش کی جاتی ہے. مہارشی کا بہت بڑا مشن اس میدان میں پورے خلوص، بڑی لگن اور مستعدی سے کام کر رہا ہے ... ان کی کوشش یہی ہے کہ اس "ازلی" پیغام کو دنیا میں عام کریں کہ "انسان" ہی اصل کائنات ہے اور اپنے اندر سارے علوم پوشیدہ رکھتا ہے ... جسے "جاننے" کی ضرورت ہے
اس بات کو بانیٔ اسلام نے اپنے طور پر ظاہر فرمایا" لیکن جو لوگ اپنے آپ کو ان کا پیرو سمجھتے ہیں، صحیح طور پر "سمجھنے" سے قاصر ہیں.

حقیقت خرافات میں کھو گئی ؛ یہ امت روایات میں کھو گئی
[اقبالؒ]

رضواں صاحب کا سارا کلام اسی "کاوش" کی بازگشت ہے ... یعنی ہم اپنے آپ کو پہچانیں اور "یار" کے پازیب کی "جھنکار" کو سنیں اور اس

"اصلی علم" کو حاصل کریں جو ہمارے اپنے وجود میں موجزن ہے ... لیکن اس کے لیئے رہبرِ کامل کی دستگیری ضروری ہے۔

موصوف کے بعض اشعار کے چیدہ چیدہ مصرعے ملاحظہ ہوں

•

"گنجِ مخفی" سے "خدا" کو کھینچ کر لائے "رسول"
جو "قدرت" تھی "خدا" کی بن گئی "قدرت" محمدؐ کی

•

قرآنِ پاک کی ہر ایک "آیت" ہے محمدؐ کی
خود' "اپنے" کو "پانا" ہی "اللہ" کو پانا ہے

•

آدم میں "دم ہے" دم میں "ہم" ہم میں ہے کائنات "ضم"
بولتا قرآں تم خود ٹھہرے خود کی "تلاوت" کرلو

مندرجہ بالا یہ چند مصرعے موصوف کے اندازِ فکر کے عکاس ہیں اور درسِ "خودی" پر دال ہیں۔

ملائک کی جانب سے "سجدۂ آدم" کا واقعہ خود واضح ثبوت ہے کہ کائنات کی کئی طاقتیں آدم کے آگے سرنگوں ہیں۔ چنانچہ اپنے آپ پر قائم رہنا "توحید" ہے اور اپنے آپ سے ہٹنا ... کفر و شرک۔

یہی درس حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات میں واضح ہے لیکن ان کی تعلیمات کو انٹرپریٹ کرنے کے "دعویدار" جو خیر سے دن میں پانچ مرتبہ صلوٰۃ قائم کرنے کا دعویٰ کرتے ہیں۔۔۔۔ "خودی" اور "خدا" سے بے بہرہ ہیں اور اسی لیئے ہر طرف سے ذلت خواری کا شکار ہیں اور پامالی ان کا مقدر بن چکی ہے۔

آخر میں اقبالؒ کے چند اشعار کے ساتھ اس "صلصل حرامی" (حرمت والی آواز) کو "روک" لگانے کی کوشش کرتا ہوں۔

بہت سے لوگ یہ نہیں جانتے کہ "حرامی"۔۔۔ حرمت سے مشتق ہے اور کہا گیا ہے کہ انسان کی تخلیق اس مادے سے ہوئی جو اس کے "حرام مغز" (صلب) اور سینہ کے درمیان سے اچھلتا ہوا خارج ہوتا ہے۔

یہ ذکر نیم شبی یہ مراقبے یہ سرور — تری خودی کے نگہباں نہیں تو کچھ بھی نہیں

مہر و مہ و انجم کا محاسب ہے قلندر — ایام کا مرکب نہیں راکب ہے قلندر

افلاک سے ہے اس کی حریفانہ کشاکش — خاکی ہے مگر خاک سے آزاد ہے مومن

ہر لحظہ ہے مومن کی نئی شان، نئی آن — گفتار میں کردار میں اللہ کی برھان

یہ راز کسی کو نہیں معلوم کہ مومن — قاری نظر آتا ہے حقیقت میں ہے قرآن
جس سے جگرِ لالہ میں ٹھنڈک ہو وہ شبنم — دریاؤں کے دل جس سے دہل جائیں وہ طوفان

تو غنی از ہر دو عالم من فقیر
روزِ محشر عذر ہائے من پذیر
گر حسابم را تو بینی ناگزیر
از نگاہِ مصطفیٰ پنہاں بگیر

[تحریر: صلصل حرامی]

هوالحق

شهود اللّٰه هی اللّٰه هے

عدم اللّٰه هی اللّٰه هے



لا هو اللّٰه هو الا هو اللّٰه هو

محمد رسول اللّٰه

حضرت صوفی خواجہ سیّد عزیز الدین رضوآں

شاہ قادری چشتی احمدی نائیبی المرزئی کوہیریؒ

وسیم

اَلکَبِیرُ

میرے حسن کی ابتداء ہیں محمدؐ
میرے عشق کی انتہا ہیں محمدؐ

سمجھ میں نہ آیا کہ آخر یہ کیا ہیں
خُدا ہیں کہ یا باخُدا ہیں محمدؐ

خِضر رہنما ہوں گے عالم کے لیکن
خضر کے مگر رہنما ہیں محمدؐ

محمدؐ کے صدقے میں یہ سب کچھ بنا ہے
یہ دو عالم کی دیکھو ضیاء ہیں محمدؐ

لباس بشر میں نمایاں ہوئے ہیں
جدھر دیکھیے جابجا ہیں محمدؐ

خودی کو جو سمجھا محمدؐ کو سمجھا
سمجھ سے وریٰ الوریٰ ہیں محمدؐ

الا انسان سِرّ کی کیا ہے حقیقت
محمدؐ سے پوچھو کہ کیا ہیں محمدؐ

دُعاء کے لئے ہے زباں جبکہ رضواںؔ
دُعاؤں کا سب مدعا ہیں محمدؐ

الکبیر

میرا مذہب میرا ایمان رسول عربی
میں ہوں سو جان سے قربان رسول عربی

آپ کے نام کی تاثیر یہ اللہ اللہ
مطمئن ہیں یہ دل و جان رسول عربی

آپ محشر میں میرے ساتھ رہیں ساتھ رہیں
مشکلیں ہوں میری آسان رسول عربی

یارسولِ عربی نظرِ کرم، نظرِ کرم
آپ ہیں مظہرِ یزدان رسولِ عربی

دم نکل جائے تصور میں میرے آپ رہیں
اس سے بڑھ کر نہیں ارمان رسولِ عربی

آپ کے چاہنے والے کو خدا چاہتا ہے
یہ ہی بخشش کا ہے سامان رسول عربی

مجھ گنہگار کو محشر کا نہیں غم رضوان
جبکہ ہیں میرے نگہبان رسول عربی

الکبیر

بشر کیا ہے سمجھو بشر کی حقیقت بشر ہے وہ خیر البشر کملی والا
نظر پہلے اہل نظر سے لڑاؤ نظر آئے گا جلوہ گر کملی والا
میرے کمبلی والے کی کیا ہے حقیقت نظر والے پہچانتے ہیں حقیقت
وہاں کمبلی والا یہاں کمبلی والا ادھر کمبلی والا ادھر کمبلی والا
سنو اہل نسبت یہ فرمانِ حق ہے کہ تعریف میں جسکی ہر اک طبق ہے
یہی کمبلی والے سے ہم سب ہیں زندہ رہے گا سدا ہم سفر کمبلی والا
ہمیں غیب سے رہنمائی رہے حاصل کہ اس راز کو کیا سمجھ پائیں جاہل
خدا خود پیمبر بنا ہے ہمارا خدا خود ہی ہے سر بسر کمبلی والا
ذرا کمبلی والے کے کمبل کو سمجھو کہ جس میں بہت کم سے کم بل ہنگے
اس بل میں عالم یہ بل کھا رہا ہے کہاں جائیگا چھوڑ کر کمبلی والا
ہوئے پیدا مکہ میں شاہِ دو عالم مدینے میں ہیں دفن محبوب عالم
یہ مکہ مدینے کا کیا ہے خلاصہ یہ سمجھایا ہے کھول کر کمبلی والا
عجب بل کا عرفان چھیڑے ہو رضواں سمجھ جاؤ بس بل پہ بل اپنا بل ہے
اسی ایک بل بوتے پر ہم چلے ہیں نظر میں ہے آٹھوں پہر کمبلی والا

الکبیر

دیر ہے نہ تو بیت الحرم ہے غوثِ اعظم کا سب پہ کرم ہے
سامنے میرے میرا صنم ہے غوثِ اعظم کا سب پہ کرم ہے

غوثِ اعظم ہیں وحدت کے بانی، غوثِ اعظم کی دل میں نشانی
غوثِ اعظم کے دم سے یہ دم ہے غوثِ اعظم کا سب پہ کرم ہے

ہے درِ غوث سے جس کو نسبت حق تعالیٰ کی ہے اس پہ رحمت
فکرِ دنیا نہ محشر کا غم ہے غوثِ اعظم کا سب پہ کرم ہے

معرفت کی ملی ایسی دولت سب حیات النبیؐ کی بدولت
موت ہے نہ تو ہم کو جنم ہے غوثِ اعظم کا سب پہ کرم ہے

اپنی منزل کو پا کر رہیں گے اپنی قسمت جگا کر رہیں گے
ان کے نقشِ قدم پر قدم ہے غوثِ اعظم کا سب پہ کرم ہے

رہنما غوثِ اعظم ہیں رضواںؔ نہ خدا غوثِ اعظم ہیں رضواںؔ
بس کرم ہی کرم ہی کرم ہے غوثِ اعظم کا سب پہ کرم ہے

اَلکَبِیرُ

اللہ بادشاہ محمدؐ وزیر ہیں
جو ماتحت وزیر کے ہیں دستگیر ہیں

نسبت ہے ان کی ایسی کہ اللہ مل گیا
ولیوں کے یہ ولی ہیں یہ پیروں کے پیر ہیں

زندہ ہیں ان کی زندہ ولایت تو دیکھئے
اللہ والے ان کی نظر میں اسیر ہیں

درجہ یہ ان کے کوئی بھی پہنچا نہ آج تک
شاہوں کے شاہ ہو کے بھی شاہی فقیر ہیں

آواز دے کے دیکھیئے یا غوث المدد
آجاتے ہیں مدد کو یہ روشن ضمیر ہیں

دِل مطمئین نظر کو سکون روح شادماں
نسبت کے واقعات بھی کیا دِل پذیر ہیں

رضوانؔ ہزاروں اولیاء اللہ چل بسے
ان کی نظر کیسی کہ یہ بے نظیر ہیں

اَلکَبِیرُ

نہ ہو جب تک اجالا شمعِ عزمِ مُصمّم کا
نہ ہو گا یاد رکھو عشق میں طے راستہ غم کا
تلاشِ یار میں کوئی پریشاں کوئی حیراں ہے
عجب عالم نظر آتا ہے مجھکو اہلِ عالم کا
پتہ اس کا کوئی بتلائے تو کس طرح بتلائے
کہیں وعدہ ہے شہ رگ کا کہیں دل کا کہیں دم کا
نہ ذوقِ بندگی نہ فکرِ دم نہ جذبۂ الفت
فسانہ کس قدر سنگین ہے اولادِ آدم کا
نفس کی آمد و رفت خود ہی منزل کا پتہ دے گی
مقدر سے اگر کھل جائے غافل راستہ دم کا
ڈرائیں گے مجھے کیا منکرانِ قبر اے رضواںؔ
میری نسبت سے رشتہ منسلک ہے غوثِ اعظم کا

الکبیر

بشر کہاں ہے بشر لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ
اُڑی ہے جھوٹی خبر لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ

اِدھر ہو کے اُدھر لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ
ہو یا کہ بیچ اِدھر لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ

فرعون ہو کہ یا شدّاد پیر و پیغمبر
یزید ہو کہ شمر لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ

حسن حسین ابا بکر ہوں کہ عثمان ہوں
علی ہو یا کہ عمر لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ

کسے بُرا کہیں اچھا کسے کہیں زاہد
ہو عیب یا کہ ہنر لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ

کہاں ہے خلق یہ جلوے ہیں خدائی کے
نظر اٹھاؤ جدھر لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ

نفی ہو کس کی یہاں کون غیر ہے رضواںؔ
بیاں یہ سچ ہے اگر لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ

الکبیر

میں نے دیکھا ہے کہ دن رات تیرے کوچہ میں
نور کی ہوتی ہے برسات تیرے کوچہ میں

کیوں نہ ہو آج تیرے کوچہ کا معیار بلند
رب سے ہوتی ہے ملاقات تیرے کوچہ میں

سچ تو یہ ہے کہ فرشتے بھی ترستے ہوں گے
دیکھ کر عشق کے جذبات تیرے کوچہ میں

خاک پھر کیا رہے جنت کی تمنا ان کو
جو پڑے رہتے ہیں دن رات تیرے کوچہ میں

آرزو ہے کہ گذر جائیں او میرے محبوب
زندگانی کے یہ لمحات تیرے کوچہ میں

جن کو پانا ہے حقیقت میں عبادت کا مزا
جوڑ کے آئیں گے خود ہاتھ تیرے کوچہ میں

یہ خوشی ہے میری رضواں میری مدفن کے لیے
مل بھی جائے زمیں دو ہاتھ تیرے کوچہ میں

اَلکَبِیرُ

مرشد کی یہ صورت ہی اللہ کی صورت ہے
مرشد سے محبّت ہی اللہ سے محبّت ہے

عرفان کی لذت سے واقف نہ کبھی ہوتے
لذّت جو ملی ہم کو سب ان کی بدولت ہے

وہ ہم کو کئے ظاہر ہم ان کو کئے ظاھر
وہ ان کی ضرورت تھی یہ اپنی ضرورت ہے

بازار رسالت میں سامان ہے وحدت کا
سچ پوچھو تو وحدت ہی ایمان کی دولت ہے

شیطان کی حقیقت کو جانے تو خدا جانے
اللہ کی عظمت میں لاحول کی آیت ہے

توحید کی چوٹی پر چڑھکر تو ذرا دیکھو
جو بھی نظر آتا ہے سب ان کی حقیقت ہے

بے لوث پرستش جو کرتے ہیں یہاں رضواںؔ
تقدیر میں ایسوں کی دوزخ ہے نہ جنّت ہے

الکبیرُ

عطا کر ساقیا کچھ تو فقیری شان کا صدقہ
یہ تیرے فقر و فاقہ کا تصدق جان کا صدقہ

رسول اللہؐ کے صدقے میں کچھ تو بھیک دے ساقی
اتارا پنجتن کا سیدی ذیشان کا صدقہ

چلو اے میکشو چل کر طواف شیخ کرلیں گے
اتاریں گے چلو چل کر ذرا ایمان کا صدقہ

بروزِ حشر اے ساقی ہماری لاج رکھ لینا
وہ تیرے عہد کا اقرار کا پیمان کا صدقہ

تمہارے عشق نے بخشا مجھے معراجِ عرفانی
ملا روحِ رواں کو مالک قرآن کا صدقہ

تمہاری سیدی اس شیخ پر سے وار دو رضواںؔ
کہ جس کے صدقے میں تم کو ملا عرفان کا صدقہ

میں ہوں سید عزیز الدین رضواںؔ قادری لیکن
غلامِ شیخ ہوں پاتا ہوں اُن کی شان کا صدقہ

الکبیر

وہ دِن آ چکے ہیں کہ اب ہر بشر کو قدیری گھرانے میں آنا پڑے گا
رگ و پے میں کلمے کا اک بیج بو کر گلستانِ دل کو سجانا پڑے گا

خدا کی قسم الیسار ہبر رِلا ہے کہ جس پر نچھاور رہے ساری خدائی
تو لازم ہے اب میری منزل کو خود ہی تجھے ڈھونڈتے ایک دن آنا پڑیگا

میرا ذکر افضل میرا ذِکر اعلیٰ میرا ذکر اکمل میرا ذِکر اطہر
میرے ذکر کا کوئی ثانی نہیں ہے اگر ہے تو کیا ہے بتانا پڑے گا

لو کلمے کا سورج طلوع ہو چکا ہے کہ اب غافلو آؤ اس کی ضیاء میں
رہو گے اگر یوں ہی تاریک میں تم تو پھر مُنہ خُدا سے چھپانا پڑیگا

نکیر و مجھے کس لیے چھیڑتے ہو یہ سوچو کہ ہوں کس کا میں نام لیوا
گدائے درِ نذر محبوب ہوں میں وہ آئیں گے تو سر جھکانا پڑے گا

حقیقت بیاں کیا ہو کلمے کی مجھ سے یہ فرمانِ حق ہے کہ اک روز رِضواں
یہ عیسیٰ و موسیٰ کو بھی دل سے کلمے کی تصدیق کر کے دکھانا پڑے گا

الکبیر

پیر نے ایسی اک نظر ڈالی
زندگی میری پاک کر ڈالی

صورتِ یار ہی نظر آئی
میں نے جس ذرّے پر نظر ڈالی

نحنُ اَقربُ کا درس دے کر مجھے
راز کی بات فاش کر ڈالی

پھر نظر میں کوئی بُرا نہیں رہا
خود پر جب اپنے میں نظر ڈالی

سر جھکا کر میں پائے ساقی پر
ختم ساری نماز کر ڈالی

ایک دریا کو پیر نے رضواںؔ
ایک کُوزے میں بند کر ڈالی

اَلْکَبِیْرُ

جو کوئے یار میں اپنا مقام ہو جائے
تو زندگی کی نئی صبح و شام ہو جائے

یہ میرے عزم کا سورج طلوع تو ہونے دو
یہ برق بھی میری ادنیٰ غلام ہو جائے

قسم خدا کی جو اک پل نہ ان کو یاد کروں
تو سانس لینا بھی مجھ پر حرام ہو جائے

جو لینا ہے تجھے منظور امتحان میرا
تو دیر کیا ہے ابھی انتظام ہو جائے

پڑا ہوا ہوں سرِ راہ ایک مدّت سے
کوئی تو مجھ سے ذرا ہم کلام ہو جائے

سنا ہے آپ سرِ شام آنے والے ہیں
کہیں یہ شام نہ محشر کی شام ہو جائے

نہ بے خودی میں نکل جائے بات مطلب کی
کہ خاص بات اے رضوانؔ نہ عام ہو جائے

اَلکَبِیرُ

نہ آسماں کی نہ عرش بریں کی بات کرو
اگر خدا ہے یہیں تو یہیں کی بات کرو

نہ اب سنوں گا میں دیر و حرم کی تمثیلیں
ہے منہ پہ آنکھ تو عین الیقیں کی بات کرو

وہ کعبہ خود جو سرک آئے جس جبیں کے لیئے
جبیں والو کچھ ایسی جبیں کی بات کرو

کمال ظرف ہے دو ساتھ دین و دنیا کا
مزا تو جب ہے کہ دنیا وہ دیں کی بات کرو

سنو تو صرف تن و من میں دم کا ساز سنو
کرو تو رحمت اللعالمین کی بات کرو

دلوں کو کلمۂ طیب سے کچھ کرو سیقل
زبانِ دم سے فقط دم نشیں کی بات کرو

عبث فلک پہ نہ دوڑاؤ عقل کے گھوڑے
فلک کو ضم کرو حق الیقیں کی بات کرو

نہ کام دے گی یہ رضواں عبادت جدی
لو کام روح سے روح الامین کی بات کرو

اَلکَبِیۡرُ

ہیں مظہرِ حق کے ہم اللہ اکبر
ہے یہ رب کا کرم اللہ اکبر

وہ شہہ رگ سے قریں سُبحان اللہ
سراپا ہم ہی ہم اللہ اکبر

احد احمد بنا آدم کی صورت
محمدؐ بن کے دم اللہ اکبر

وہ رہ کر بھی نظر آتا نہیں ہے
ہوا کچھ ایسا ضم اللہ اکبر

تھا نکتہ بن گیا تحریر آخر
ہے جادوگر صنم اللہ اکبر

نہ پوجیں خود کو تو ہم کس کو پوجیں
صنم ہم ویر ہم اللہ اکبر

خدائی کا خلاصہ ہم ہیں رضواںؔ
خدائی کی قسم اللہ اکبر

اَلْکَبِیْرُ

اے زاہدا سچ بتا مَنْ دِیْنُکَ مَنْ رَّبُّکَ
مرقد میں پوچھا جائے گا مَنْ دِیْنُکَ مَنْ رَّبُّکَ

منکر نکیر جب آیئں گے مرقد میں یوں فرمایئں گے
بندہ ہے تو کس کا بتا مَنْ دِیْنُکَ مَنْ رَّبُّکَ

دُنیا میں آیا کیا کیا کیا دیکھ کر سجدہ کیا
دیکھا ہے تو بتلا ذرا مَنْ دِیْنُکَ مَنْ رَّبُّکَ

کلمہ کو پڑھ تصدیق کر خود کی ذرا تحقیق کر
یہ فرض ہے پہلا بڑا مَنْ دِیْنُکَ مَنْ رَّبُّکَ

عقل و خرد سے کام لے ہمدم کا دم سے نام لے
راز سب کھل جائے گا مَنْ دِیْنُکَ مَنْ رَّبُّکَ

وہ دِن بھی اک دِن آئے گا ہر اک سے پوچھا جائیگا
اس وقت پر پچھتائے گا مَنْ دِیْنُکَ مَنْ رَّبُّکَ

سید عزیز الدین کا رب نذرِ محبوب خُدا
رِضوانؔ سے کوئی پوچھے گا کیا مَنْ دِیْنُکَ مَنْ رَّبُّکَ

الکبیر

شہدا ہیں زندہ قبر میں زندہ مثال ہے
پوچھو منافقوں سے کہ اب کیا خیال ہے

اللہ والے مر کے بھی رہتے ہیں باحیات
ہیں منتقل اِدھر تو اُدھر انتقال ہے

اب ایسی شخصیت کی کریں کیسے پیروی
تن پر لباس پاک ہے گندہ خیال ہے

جو شئی ہمارے واسطے کردی گئی حرام
وہ شئی بزرگ ہستی کے گھر میں حلال ہے

جھوٹوں کا گرم ہوگیا بازار آج کل
ان کی منافقانہ چلن بے مثال ہے

یوں بزرگوں کی شان میں گستاخیاں نہ کر
بندے کی بندگی میں عروج و زوال ہے

ہر شعر تیر بن کے لگا ان کے قلب پر
جن کے عقیدے گندے ہیں بے ڈھنگی چال ہے

مرنے سے پہلے مرتے ہیں رضوانؔ حیات میں
اللہ کے لاڈلوں کا یہ ادنیٰ کمال ہے

الکبیر

چلا کر شیخ نے دل پر میرے اک تیر کلمے کی
گلے میں ڈال دی آخر میرے زنجیر کلمے کی

جو سچ پوچھو تو دو عالم کی ہے بنیاد کلمے سے
حقیقت یہ کہ دو عالم ہے اک تصویر کلمے کی

فقط اک نکتہ لا کا خلاصہ کر نہیں سکتے
تو پھر کوئی کرے گا کیا بھلا تفسیر کلمے کی

نماز پنجگانہ سے بنے گا کام کیا زاھد
نہ ہو جب تک دل بیدار پر تحریر کلمے کی

منالے جیتے جی رب کو ہے جب تک دم میں دم باقی
ہلا کر دستِ دم سے دمبدم زنجیر کلمے کی

زباں دم سے ھر دم کر رہا ہوں ذکر کلمے کا
کہ لکھ دی پیر نے دل پر میرے تحریر کلمے کی

حقیقت در حقیقت روح وہ مردار ہے رضواںؔ
نہ ہو جس روح پر ہر دم رواں شمشیر کلمے کی

الکبیر

میکشی میری کچھ اس قدر بڑھ گئی تذکرہ جس کا ہے جا بجا دوستو
جام میں گھول کر میکدہ پی گیا دیکھئے ہونے والا ہے کیا دوستو

بڑھ رہا ہوں حد بندگی توڑ کر پیچھے کعبہ و دیر و حرم چھوڑ کر
دوستو آگے آگے ابھی دیکھنا یہ تو ہے عشق کی ابتدا دوستو

رفتہ رفتہ نہ حد سے گزر جاؤں میں بن کے محشر نہ عالم پہ چھا جاؤں میں
عشق کی ہیں رگ و پے میں چنگاریاں ہو نہ جائے قیامت بپا دوستو

وہ حیات بقا لے کے آیا ہوں میں دیکھ کر موت بھی جس کو سجدہ کرے
پوچھئے موت سے اب ارادہ ہے کیا کہہ رہی ہے حیات بقا دوستو

میرا مشرب الگ میرا مقصد الگ میرا مکتب الگ میرا مطلب
رہنے والا ہوں میں کوئے دلدار کا میرا مذہب ہے سب سے جدا دوستو

حج کرو لاکھ یا لاکھ سجدے کرو لاکھ کلمہ پڑھو لاکھ پوجا کرو
کچھ کرو بوئے ہستی رہے جب تلک مل نہیں سکتا ہرگز خدا دوستو

الکبیر

دوستو بعد مرنے کے پچھتاؤ گے بن کے خنزیر پھر اب جنم پاؤ گے
اس لیے دم کی تحقیق کر لو ذرا دیکھو سر پر کھڑی ہے قضا دوستو

میری صحبت کا ادنیٰ سا واقعہ حیرت انگیز بھی اور دلچسپ بھی
زاہد از سر نو نمازی بنا اک مسلماں مسلماں ہوا دوستو

کھول دو گر دریچے میں عرفان کے ہوش اڑ جائیں گے اہل ایمان کے
بال آئینے زاہد میں آئے گا بھول جائیں گے ذِکر خدا دوستو

نذرِ محبوب حق کی قسم زاہدا میرا مرشد ہی ہے ابتداء و انتہا
اپنے اپنے یہ ایمان کی بات ہے مرا مرشد ہے میرا خدا دوستو

دیکھتے جائیے میرا زورِ قلم جس میں تحلیل ہے میرے رب کا کرم
دیکھیے حال رضواں پہ ہے کس قدر نظرِ محبوبِ فضلِ خدا دوستو

الکبیر

نہ اب اک گھڑی بھی قضاء ہو رہی ہے نہ اب اک گھڑی میں قضاء کر رہا ہوں
ہر اک لمحہ اب دل ہی دل میں میں اپنے نمازِ محبت ادا کر رہا ہوں

خدا کی قسم ہے خدا کا کرم ہے میری آج نس نس جو سجدے میں خم ہے
میری ہر ادا ہے عبادت میں شامل میں ہر لمحہ ذکرِ خدا کر رہا ہوں

میرا عشق اوّل میرا عشق آخر میرا عشق باطن میرا عشق ظاہر
میرے عشق کو کیوں نہ معراج ہو گی میں اپنی خودی جب فنا کر رہا ہوں

میرا مشغلہ اب ہے ذکرِ الٰہی کہ دل میرا خود دے رہا ہے گواہی
ثنائے خدا اور ثنائے محمدؐ میں دل کی زباں سے ادا کر رہا ہوں

درِ غوثِ اعظم سے ہے مجھ کو نسبت رسولِ خدا کی ہے دِل میں محبت
کہ یہ فیض مجھ پر میرے پیر کا ہے کہ جن پر میں سب کچھ فدا کر رہا ہوں

مجھے آج ہو کیوں بھلا خوفِ محشر ہو کیوں پرسشِ قبر کا مجھ کو اب ڈر
ہے لوح و قلم ہاتھ میں جس کے رضواںؔ اسی کی میں حمد و ثناء کر رہا ہوں

الکبیر

یہ دعا ہے کہ ہر اک رند یونہی شاد رہے
ساقیا یونہی تیرا میکدہ آباد رہے

یہ تیرے حسن کا صدقہ ہمیں بس ہے بس ہے
کاسۂ آرزو اس بھیک سے آباد رہے

جی رہا ہوں میں اسی پیر مغاں کے صدقے
ورنہ ہستی میری کیا چیز ہے جو شاد رہے

مرتے دم بھی رہے لب پر میرے ساقی ساقی
وقت پرسش بھی زباں پر یہ ہی فریاد رہے

اس سے بڑھ کر نہیں کچھ اور تمنّا دِل میں
تجھ سے نسبت میری قائم رہے دِل شاد رہے

جان و دِل اور میرے ایمان کا حافظ تو ہے
کیوں نہ پھر دِل میرا ہر فکر سے آزاد رہے

واسطہ ہی نہیں کچھ اہل جہاں سے مجھکو
تو سلامت رہے دنیا میری آباد رہے

نذرؔ سے عشق کی بنیاد پڑی ہے رِضواںؔ
کیوں شکستہ میرے اس عشق کی بنیاد رہے

الکبیر

لاکھ دیر و حرم ڈھونڈھ کر تھک چکے پھر بھی پائے نہ رب کا نشاں دوستو
رب تو اپنی خودی میں ہی موجود ہے ڈھونڈھنے جا رہے ہو کہاں دوستو

میری ہستی ہی ایسی ہے ہستی میری دو جہاں پر مسلط ہے مستی میری
میں جو چاہوں اُلٹ دوں جہاں کو ابھی میری ٹھوکر میں ہے کُل جہاں دوستو

ذرے ذرے میں دیکھو میں موجود ہوں دیکھو میں پتہ پتہ سے مشہود ہوں
میری قدرت ہے ہر اک شئے سے عیاں میں ہوں ہر اک شئے میں نہاں دوستو

ابتدا میں تھا میں بحر ظلمات میں اپنی وحدت و کثرت کے جذبات میں
کر کے انی انا اللہ کا ذکر میں آ گیا ہوں کہاں سے کہاں دوستو

اپنی صورت میں وہ مجھ کو ظاہر کیا اور باطن میں خود مجھ میں ضم ہو گیا
میں بظاہر ہوں باطن میں میں نہیں یہ ہے اک راز کی داستاں دوستو

میری وحدانیت کے سوا کچھ نہیں خود ہی میں ہوں مکاں خود ہی میں ہوں مکیں
یہ بہ ظاہر کہیں خلقِ آدم جیسے ہیں وہ سب میری پرچھائیاں دوستو

مشغلہ ہے یہ ہی میرا دن رات کا ذکر کرتا ہوں پیر خرابات کا
میں وہ میکش ہوں رکھتا ہوں پیش نظر ہر گھڑی شکل پیر مغاں دوستو

رہنما نذر محبوب ایسا ملا جس نے ایمان میرا مکمل کیا
اب نہ آئے گا طوفان کی زد میں کبھی میرے ایمان کا آشیاں دوستو

دوستو میرے اشعار سن کر کہیں منحرف ہو نہ جانا کرو کچھ یقیں
آج رضوانِ خستہ بھری بزم میں کر رہا ہے حقیقت بیاں دوستو

الکبیر

ذرا دیکھو نقابِ رخ الٹ کر
نظر آؤ ذرا غیروں سے ہٹ کر

نظر ہر وقت مستقبل پہ رکھنا
نہ دیکھو جانبِ ماضی پلٹ کر

پڑھایا مجھ کو ایمان مفصّل
ہوا ایمان پارہ پارہ کٹ کر

تلاش دریا میں قطرے کو پایا
بنا اللہ خود بندہ سمٹ کر

تماشے اپنے دکھلانے کی خاطر
بڑا جو تھا ہوا چھوٹا وہ گھٹ کر

تصدق اس کی ہرجائی کے رضواںؔ
وہی اک ہے کئی جانوں میں بٹ کر

اَلکَبِیرُ

دیکھ کلمہ کہاں ہے کلمے میں
بول کس کا بیاں ہے کلمے میں

کتنے نکتوں کا ایک نکتہ ہے
کتنے نکتے نہاں ہے کلمے میں

دیکھ اپنا بھی ہے مقام کہیں
یوں تو سارا جہاں ہے کلمے میں

ایک الف کو تو چیر کر دیکھو
کیا کیا حیرانیاں ہے کلمے میں

کھول کلمے کو کلمے کی کل سے
کلمے کی کل کہاں ہے کلمے میں

کونسی ایسی اسمیں خوبی ہے
نفس، دل، روح کہاں ہے کلمے میں

کتنے پردوں میں ہے خدا پنہاں
کتنے پردے نہاں ہے کلمے میں

پڑھ الف لام میم کو رضواںؔ
دیکھ یہ بھی عیاں ہے کلمے میں

الکبیر

لاکھ وہ ہم سے چھپے پردہ کیۓ
ہم نگاہِ عقل سے دیکھا کیۓ

جب نہ سمجھے ساجد و مسجود کو
سینکڑوں سجدے کیۓ تو کیا کیۓ

ہر جگہ وہ تھے مگر کچھ بات تھی
پائے ساقی پر جو ہم سجدہ کیۓ

حشر میں ہوتی بڑی شرمندگی
خیر گذری خود کو ہم سمجھا کیۓ

راز پھر بھی راز آخر راز ہے
لاکھ ہم سوچا کیۓ سمجھا کیۓ

مشغلہ اپنا یہ ہی تھا عشق میں
زندگی بھر خود کو ہم ڈھونڈا کیۓ

جو بھی ہونا تھا رضواںؔ ہو چکا
جو بھی کر گذرے چلو اچھا کیۓ

الکبیرؒ

سمجھ کلمے کو اسمیں کیا نہیں ہے
یہ وہ کلمہ ہے جس میں لا نہیں ہے

اِلٰہُ ہی اِلٰہُ ہے حق ہی حق
حق ہی حق ہے کہیں بندہ نہیں ہے

نہیں میں ہی نہیں ہو کر ہے سب کچھ
نہیں کو تو ابھی سمجھا نہیں ہے

میں کیسے کھینچ دوں نقشہ عدم کا
عدم لاؔ ہے عدم میں لاؔ نہیں ہے

ہے اب تک لا پتہ مسجود اپنا
ابھی جائیز ہمیں سجدہ نہیں ہے

نہیں ہے پر کرو کچھ غور رضوانؔ
نہیں ہے کی نہیں میں کیا نہیں ہے

الکبیرؔ

میکش بدست جام و سبو جب نکل پڑے
ہر سمت سے شراب کے چشمے ابل پڑے

ساقی مجھے نواز رہا ہے بصدِ خلوص
کیوں اہل دیر و کعبہ کے ماتھے پہ بل پڑے

قصّہ بیاں کروں میں اگر اپنے عشق کا
فرہاد و قیس قبر سے اپنی نکل پڑے

مجھ اجنبی کو حشر میں کیا جانتا کوئی
اچھا ہوا کہ آپ میرے ساتھ چل پڑے

ایماں اُکھڑ نہ جائے کہیں سامعین کا
ڈرتا ہوں ایسی بات نہ منہ سے نکل پڑے

برسوں تفکرات کی آغوش میں رہا
شاید کہ کچھ سبیلِ ملن کی نکل پڑے

رضواںؔ حیات میں ہی تلاشِ حیات رکھ
ایسی حیات جس کی کہ پاؤں اجل پڑے

اَلکَبِیۡرُ

جو بات صداقت ہو بے کھٹکے بجا کہیئے
تصویر محمدؐ کو تصویر خدا کہیئے

اللہ بھی ظاہر ہے مخلوق بھی ظاہر ہے
اب کس کو بشر سمجھیں اور کس کو خدا کہیئے

اک بھول بھی آدم کی منشاء تھا خدائی کا
حُور کی بھی غفلت تھی کس کس کی خطا کہیئے

کھاتے نہ اگر گندم ہوتے نہ کبھی ہم تم
دونوں کی خطاؤں پر رحمت کی عطا کہیئے

عالم کی ہر اک شئی پر تحقیقی نظر ڈالیں
آئے نہ سمجھ میں گر عالم کو خدا کہیئے

ملکوت کی صورت میں ہے عکس خدا رضواںؔ
اللہ کی رنگت کو ملکوتی ضیاء کہیئے

الکبیر

میخانہ خودی کا جو میخوار ہو گیا
اللہ کی قسم وہی دیندار ہو گیا

اپنے ظہور سے ہوا اس یار کا ظہور
اظہار اپنا یار کا اظہار ہو گیا

جب سے نگاہ لڑ گئی ان کی نگاہ سے
عقل و خرد کا راستہ ہموار ہو گیا

جس دن سے راز یہ انا بشرٌ کا کھل گیا
واللہ ہر بشر سے ہمیں پیار ہو گیا

آئینہ مَنْ عَرَفْ کا جو میں دیکھا غور سے
جس کی تڑپ تھی اس کا ہی دیدار ہو گیا

نکتے جو معرفت کے ہیں کانٹوں سے کم نہیں
جس کو چبھے ہیں نیند سے بیدار ہو گیا

بندہ کہیں، خدا کہیں شیطان ہے کہیں
دیکھو یہ رضوانؔ کس طرح مکّار ہو گیا

الکبیر

جو سواں نام ہے اللہ میاں کا
وہی مرکز بنا ہے دو جہاں کا

اسی کو کہتے ہیں سب اسمِ اعظم
اسی میں راز ہے سب جسم و جاں کا

ہے اتنا فاصلہ شہ رگ میں محمدؐ میں
کہ جتنا ہے زمیں سے آسماں کا

جو خود واقف نہیں اپنے مکاں سے
پتہ وہ پوچھتے ہیں لامکاں کا

اسی کی شکل من میں گھومتی ہے
جو ثانی ہے خدائے دو جہاں کا

حقیقت کیا کھلے گی اب بشر کی
معمہ ہے بشر وہم و گماں کا

میں اپنا راز کیا بتلاؤں رضواںؔ
میں خود ہی راز ہوں اک رازداں کا

الکبیر

ذکرِ حق میں نے نہ کرنے کی قسم کھائی ہے
کیوں کہ اس ذکر سے اندیشہ رسوائی ہے
کیا کہوں کس طرح اندیشہ رسوائی ہے
دیکھیئے ذاکر و مذکور میں دوئی آئی ہے
ایک میں ہوں تو یہ غیروں کا تصور کیا
کس تصور میں کہوں عالمِ تنہائی ہے
کون جانے کہ یہ سازندہ بے روپ ہے کون
ہر نفس تن میں اَنا کی میرے شہنائی ہے
کوئی بھی میری حقیقت کو نہ پہنچا اب تک
وہ سمندر ہوں کہ بے حد میری گہرائی ہے
میری مثبت بھی کھٹن ہے میری منفی بھی کھٹن
میری تخلیق کی لمبائی نہ گولائی ہے
ایک ذرے کے ہوئے سینکڑوں دانے رضواںؔ
دانے کا دانہ ہے دانائی کی دانائی ہے

الکبیر

دل میں ان کا خیال کیوں آیا
آئینے میں یہ بال کیوں آیا

کہہ رہا تھا میں داستان اپنی
سننے والوں کو حال کیوں آیا

پاک ہستی میں کفر و شرک کہاں
ایسا ناقص خیال کیوں آیا

حق ہے بندہ اگر حقیقت میں
حق کو ایسا زوال کیوں آیا

غیر حق کون حق کے کیا معنیٰ
غیریت کا سوال کیوں آیا

خود نہیں ہے اگر خدا رضواںؔ
خود کو خود کا خیال کیوں آیا

الکبیر

میری تکلیف دوزخ میری جنت میری راحت ہے
اب اس سے بڑھ کر میرے حق میں دوزخ ہے نہ جنت ہے

خدا کہتا ہے بندہ ہوں کہے بندہ خدا ہوں میں
کہ اربابِ تصوف کی یہ ہی افضل عبادت ہے

کرو وہ ذکر کہ جس سے خبر خود کی رہے ھردم
گر ہوئے بے خبر خود سے تو سمجھو عین غفلت ہے

نفس کی آمد و شد میں خدا ہو اور بندہ ہو
یہ بنیادِ تصوف ہے یہ ہی رازِ حقیقت ہے

نہ تھا سایہ انہیں اب بھی نہیں ہے غور کر غافل
حقیقت میں یہ ہی توحید ہے تکمیل وحدت ہے

جو تو حق ہے تو اپنے آپ کو بے عیب ثابت کر
عجب دعویٰ انا کا ہے عجب منطق ہے حجت ہے

شریعت جس کو کہتے ہیں زبانِ ذکر ہے رضواںؔ
جسے کہتے ہیں ذکر روح و جاں شریعت ہے

الکبیرُ

ہر اک مکاں مکیں کا مکاں ہے مکاں نہیں
ہر ذرہ بے نشاں کا نشاں ہے نشاں نہیں
تمثیل کیسے دوں وہ فلاں ہے فلاں نہیں
مت پوچھیئے وہ یار کہاں ہے کہاں نہیں
زاہد نہ چھیڑ سرِ خفی الخفی کی بات
بس مختصر یہ ہے وہ نہاں ہے نہاں نہیں
ظاہر میں وہ چھپا ہے ہے ظاہر چھپا ہوا
غافل ذرا سمجھ وہ عیاں ہے عیاں نہیں
ہونے پہ میرے مجھکو یقیں ہے نہیں بھی ہے
ہستی پہ میری مجھکو گماں ہے گماں نہیں
کچھ جانتے ہیں لوگ تو کچھ جانتے نہیں
رضوانؔ تمہارا چرچہ کہاں ہے کہاں نہیں

الکبیر

خوشی سے خیر کو ہاں خیر کہیے شر کو شر کہیے
بشر میں خیر و شر ہیں کیا اسے خیر البشر کہیے

اگر ہم کچھ کہیں تو کفر کے فتوے عطا ہوں گے
کہ آپ ہی جلوہ گر ہیں یا نہیں ہیں جلوہ گر کہیے

ہوالظاہر ہے دعویٰ آپ کا تسلیم کرتے ہیں
اگر ہیں آپ ہی ظاہر تو پھر کس کو بشر کہیے

جو اپنے آپ کو پہچانتے ہیں وہ ادھر آئیں
ہوئی پہچان کیسے حال اس کا مختصر کہیے

اگر ہیں آپ ہی جلوہ نما تو ہم کہاں پر ہیں
ابھی جلدی نہیں ہے روزِ محشر سوچ کر کہیے

حقیقت میں تو میں ہوں غیر حق نہ عین حق رضواں
خدا کہیے مجھے ابلیس کہیے یا بشر کہیے

الکبیر

کیا کہوں جب درِ نفس کا وا ہوا
ان کے آنے جانے کو رستہ ہوا

میں ہی سب کچھ تھا نہ سمجھا خود کو میں
مجھکو اپنے آپ پر دھوکہ ہوا

کیسی پرستش کیا سزا کیسا حساب
قطرہ دریا میں مِلا دریا ہوا

ورنہ رہ جاتی ادھوری بندگی
یار کو سجدہ کیا اچھا ہوا

مُصحفِ رخ کو الٹ کر دیکھ لے
کیا کبھی دیکھا ہے یہ الٹا ہوا

بند ہے اللہ اسمیں بند ہے
ہِ کے آجانے سے یہ بندہ ہوا

یہ وہی ہِ ہے جو ہے اللہ میں
حرفِ آخر حرفِ آخر واہ ہوا

ایک الف دوؔ لام رضواں ایک ہِ
شکل انسانی پہ ہے لکھا ہوا

الکبیرُ

دیارِ عشق میں پیدا نہ وہ مقام کیا
حرم میں بندگی زاہد برائے نام کیا
تمام عمر عبادت کیا تو کیا حاصل
بتا کبھی دلِ انساں میں بھی قیام کیا
نفس نفس میں ہیں آمد و رفت کی جھنکاریں
نفس نفس اسی آمد کا احترام کیا
میں اک نمونۂ حق کا لطیف پردہ ہوں
مجھے فرشتوں نے سجدہ یہ احترام کیا
وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ جب اٹھا پردہ
تو خود ہی روحِ مجرّد نے اپنا کام کیا
بڑھی جو جنبشِ ادراک کی فراوانی
تو اور نبضِ تخیّل نے تیز گام کیا
صفاتِ ذات کا مظہر بنا ہوں میں رضواںؔ
جب ہی تو عرش سے اعلیٰ میرا مقام کیا

اَلکَبِیْرُ

سنتے تھے زمانہ سے خدا دل میں چھپا ہے
دیکھا تو خدا ہے نہ کہیں نام خدا ہے

مندر میں ہے بھگوان سمجھتا ہے برہمن
زاہد یہ سمجھتا ہے کہ مسجد میں خدا ہے

ہے روزِ ازل سے میری رندانہ طبیعت
خاک درِ میخانہ سے دِل میرا بنا ہے

چھائی ہیں تخیّل پہ میرے شرک کی کرنیں
ایمان میرا کفر کے سانچے میں ڈھلا ہے

ہیں کلمہ طیّب کے دو جز دیکھ نظر سے
اک اَللّٰہ سے ملا ہے تو اک اَنَّ سے ملا ہے

والشمس کی آیت ہے تیری شکل میں پنہاں
واللیل کا مطلب تیری زلفوں میں چھپا ہے

ہے پیر میرے آگے تو ہیں اولیاء پیچھے
اک سمت محمدؐ ہیں تو اک سمت خدا ہے

رضوانؔ میں اسی در کا گدا ہوں خدا جس کو
لَوْ لَاکَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاکْ کہا ہے

الکبیرُ

ہے زبان دم بہ دم یہ ہر دم فقط ذکر ہی تمہارا
شب و روز ہر گھڑی ہے یہ ہی مشغلہ تمہارا

یہ ستم یہ غم یہ الجھن کیا سب گوارہ لیکن
رہوں تم سے اب جدا میں نہیں یہ کبھی گوارہ

ہے تمہارے ہاتھ میں ہی میری لاج یا محمدؐ
میرا آسرا تم ہی ہو میرا تم ہی ہو سہارا

مجھے دیکھ کر فرشتے بھی رشک کرتے ہوں گے
فقط اس لیئے کہ دامن میرے ہاتھ ہے تمہارا

وہ ملا ہے پیر کامل کہ خدا ہے جس پہ نازاں
کہ چمک اٹھے گا اک دن میری بخت کا ستارہ

جو گذر رہی ہے دل پر کروں کیا بیان رضواںؔ
میری طرزِ گفتگو سے ہے وہ سب کچھ آشکارا

اَلْکَبِیْرُ

تخیل حق تصور حق ، نظر حق
غلط کچھ بھی نہیں جو کچھ ہے بر حق
حق ہی حق ہے تو حق کہنے سے ڈر کیوں
اعلا اعلان کہہ دو خیر و شر حق

ہو الظاہر کا جو مطلب نہ سمجھا
نہ آئے گا کبھی اس کو نظر حق
تجسس اس کی زاہد چھوڑ دیتا
اگر یہ جانتا ہے جلوہ گر حق

نہ سمجھے حق کہ حق ہو کر بھی ناداں
عبث کہتے رہے یہ عمر بھر حق
صدائے حق رگ و پے میں ہے رضواںؔ
کہو ناجان کر یا جان کر حق

الکبیر

ہے بیاں حق کا جلوہ گر حق ہے
جلوہ گر کون کیا بشر حق ہے

ہے خدا نام اور لقب بندہ
اس لیئے چپ ہوں جان کر حق ہے

دیر و کعبہ ہی پر نہیں موقوف
پھیریئے مُنہ جدھر اُدھر حق ہے

حق کا ہونا نہ ہونا حق جانے
میرا ہونا نہ ہونا بر حق ہے

ان سے پوچھا پتہ تو فرمائے
بے خبر خود کی لے خبر حق ہے

میرا ایمان ہے یہ ہی رضواںؔ
جلوہ گر ہے بشر بشر حق ہے

الکبیر

جو دیکھا غور سے پردہ ندارد
طلب جس کی تھی وہ جلوہ ندارد

محبت میں کہاں مسجود و ساجد
نمازِ عشق میں سجدہ ندارد

نفی مخلوق کی کر کے جو دیکھا
خدا دارد ہوا بندہ ندارد

سنے تھے عرش پر وہ جلوہ گر ہے
جو پہنچا عرش پر دیکھا ندارد

لطافت درِ لطافت اس کے جلوے
عیاں ہو کر بھی وہ ایسا ندارد

دمِ اثبات و نفی کا بھرنے والو
بتاؤ کیا ہے دارد کیا ندارد

کہاں عاشق کہاں معشوق رضواںؔ
تصوف میں ہر اک رشتہ ندارد

اَلْکَبِیْرُ

کبھی دشمن سے بھی ہم کام بنا لیتے ہیں
گندے پانی سے بھی آگ بجھا لیتے ہیں

اُن کی وہ شانِ کریمی نہ ہو شرمندہ کہیں
وہ میرے سارے گناہوں کو چھپا لیتے ہیں

جب کی شرمندگی اب تک نہیں جانے پاتی
اِس لئے سجدہ میں ہم سر کو جھکا لیتے ہیں

ہم انہیں چاہتے ہیں، چاہتے رہنگے لیکن
وہ جنہیں چاہتے ہیں اپنا بنا لیتے ہیں

بڑی مشکل سے ملا کرتے ہیں اللہ والے
جو حقیقت میں حقیقت کا مزا لیتے ہیں

اپنے میخانے کی مئے میں وہ اثر ہے زاہد
ایک قطرے میں حقیقت کا مزہ لیتے ہیں

کھل گئی جب سے دعاؤں کی حقیقت رضوانؔ
تب سے ہم ہر کس و ناکس سے دعا لیتے ہیں

الکبیر

یہ دیر و حرم کے متوالے تعظیمِ شریعت کیا کرتے
تقدیس حرم سے دور ہیں جو تکمیل عبادت کیا کرتے

ہیں کلمۂ طیب کے دو جز اک اَن سے اک اَنَّ سے
اس راز سے جو ناواقف ہیں تعظیم رسالت کیا کرتے

اظہارِ محبت جب اُن سے کرتا ہوں تو وہ یہ کہتے ہیں
جو خود سے محبت کر نہ سکے وہ ہم سے محبت کیا کرتے

ہے جن کے دِلوں میں عشق نبیؐ رگ رگ میں ہے، جن کے عِشق خُدا
جو محوِ عبادت ہیں ہر دم وہ خوفِ قیامت کیا کرتے

اوراقِ کتاب دم کے دوؑ کہتے ہیں جسے اُمّ القرآن
جو اس سے ہی بے بہرہ ہیں وہ قرآن کی تلاوت کیا کرتے

قربان محمدؐ کے صدقے احساسِ رسالت کے قرباں
تعظیم شریعت کے آگے اظہارِ حقیقت کیا کرتے

سینوں میں ہیں جن کے دِل مردہ ایمان ہے جن کا بوسیدہ
اک راہ طلب میں اے رضواںؔ چلنے کی وہ جُرأت کیا کرتے

الکبیر

میرے ہونے کی ہے تعمیر سمجھ سے باہر
ہے یہ بے نکتہ کی تحریر سمجھ سے باہر

صورتِ حق ہے یہ ہی صورتِ انساں لیکن
ہے یہ بے شکل کی تصویر سمجھ سے باہر

معنیِ قرآن کے آئے نہ سمجھ میں اب تک
جیسے گونگے کی ہو تقریر سمجھ سے باہر

زیست اک خواب ہے کچھ یاد ہے کچھ یاد نہیں
اور اس خواب کی تعبیر سمجھ سے باہر

کس سے اب شومئ قسمت کی شکایت کیجیے
ہے کوئی کاتبِ تقدیر سمجھ سے باہر

کس طرح خود گنہگار میں سمجھوں رضواںؔ
میرے ہر فعل کی تفسیر سمجھ سے باہر

الکبیر

ہر نفس اک عالمِ محشر کھلا
نامۂ اعمال کا دفتر کھلا

ہو گئی اُس کی زباں بند ہو گئی
سِرِّ حق سِرّانا جس پر کھلا

اک حقیقت اُن کی پوشیدہ رہی
اک بھرم اپنا جو تھا اکثر کھلا

قلبِ مضطر کو سکون مِلتا کہاں
خیر گذری میکدے کا در کھلا

حلم سے اُن کے کیئے جو بھی کیئے
آ گیا الزام اپنے سر کھلا

کیا گلہ رِضواںؔ کس کا چپ رہو
سِرِّ حق جس پر کھلا اُس پر کھلا

اَلکَبِیرُ

سبق سے من عرف کے نفسہ کو جان دیوانے
اسی اک نفسہ میں حق کی ہے پہچان دیوانے

فی انفسکم سمجھ کیا ہے و اَفلا تبصرون کیا ہے
ذرا پڑھ غور سے ناطق ہے خود قرآن دیوانے

بنا جانے وہ پہچانے کہ آخر بندگی کب تک
یہ توہین عبادت ہے سراسر جان دیوانے

ارے غافل تجھے چکر جہنم کے کاٹنا ہو گا
نہ ہو گی جب تلک حق کی تجھے پہچان دیوانے

اٹھا پردہ دوئی کا دیکھ وحدت کا مقام آیا
جہاں آئی دوئی وار دہوا شیطان دیوانے

نفس کے کھول دروازے کوئی آتا ہے جاتا ہے
صدائے حق سنا کر کھول من کے کان دیوانے

مٹا دے دین و دنیا کو اگر حق چاہیئے رضوانؔ
یہ گوہر ہاتھ آجائے نہیں آساں دیوانے

الکبیر

اٹھا ساغر ذرا پہلے یقیں کا
مکاں مل جائے گا خود ہی مکیں کا

نہیں ہے کون کِسے کا کہوں ہیں
کہ ہیں قائل نہیں ایسی نہیں کا

یہیں پر گول پھر جاتے ہیں اکثر
یہ ہی وہ راز ہے دنیا و دیں کا

کتاب عشق کے اوراق الٹو
کھلے گا خود بخود عقدہ نہیں کا

جو پوچھا اُن سے شہہ رنگ کونسی ہے
کہے چپ بیٹھ نالائق کہیں کا

ہیں وہ دم ہوں خبر رکھتا ہوں دم کی
بھرا کرتا ہوں دم اس دم نشیں کا

بنے گا کام خود اک روز رضواںؔ
یقیں سے تھام لو دامن یقیں کا

الکبیر

مانا انساں خدا نہیں ہوتا
وہ جو چاہے تو کیا نہیں ہوتا

کیا ارادہ ہے اس کا کیا جانے
کیا کہیں ہم کہ کیا نہیں ہوتا

جب تلک جائزہ خودی کا نہ لے
آدمی کام کا نہیں ہوتا

کیوں سمجھتے ہو تم بُرا مجھ کو
آدمی کیا بُرا نہیں ہوتا

صبر کرتے ہیں ہم نہیں کہتے
کیوں ہمارا بھلا نہیں ہوتا

لاکھ تم بندگی کرو رضوانؔ
فرض پھر بھی ادا نہیں ہوتا

اَلکَبِیرُ

چھوڑ دُنیا مختصر ہے حرص دنیا میں نہ پھنس
عاقبت کی فکر کر اے بوالہوس اے بوالہوس

کُلُّ شَیئٍ ھَالِکٌ اِلَّا وَجھُہٗ کا درس لے
سب فنا ہو جائیں گے اک روز ہر ناکس و کس

یُخرِجُ بِغَیرِ ذِکرِ اللّٰہِ فَھُوَ اُمَیِّتُ
آ رہی ہے یہ صدا ہر اک گھڑی ہر اک نفس

سی لباس زندگی کو سوزنِ ایمان سے
پھر قیامت میں نہ کچھ کام آئے گی فریاد و رس

زھد میں سر کو جھکانے سے خُدا مِلتا نہیں
عشق بن لئے آدم خاکی کسی کے دل میں بس

ہے دم ہستی کا اس میں ہی خلاصہ اے ندیم
ہوش میں آ گوش دل سے سُن ذرا سازِ نفس

تن میں دل ہے جان دِل میں جانِ جاناں جاں میں
جان کی تحقیق کر ہر گز نہ کر اب پیش و پس

طائر روح اڑ نہ جائے تن کے پنجرے سے کہیں
آگ مٹی اور ہوا پانی سے ہے تن کا قفس

ہے یہ مٹی کا کھلونا مت لگا دنیا سے دل
ٹوٹنے والا ہے یہ رضواںؔ نہ کر اِس کی ہوس

الکبیر

خلق تصویرِ یار میں آئی
ایک صورت ہزار میں آئی

کیوں نہ پھوٹے گا آپ کا بھانڈا
بات نکلی تو چار میں آئی

یہ نہ پوچھو کہ اک تجلیٔ حق
کیا کیا نقش و نگار میں آئی

وہ خدائی ہو کہ قدرت ہو
نفس کے کاروبار میں آئی

خود کو سمجھے تو یوں ہوا محسوس
زندگی اب بہار میں آئی

وہ صفت جو تھی یار سے واصل
وہ میرے دم کے تار میں آئی

صوتِ سرمد پہ دھیان کر بیٹھا
جو میرے دم کے تار میں آئی

زیست اپنی ہے چلبلی رضوانؔ
نور سے نکلی نار میں آئی

اَلکَبِیۡرُ

پڑی ہے جب بھی اُلجھن مَیں و تُو کی
کمر ٹوٹی شعورِ جستجو کی

رہی پیاس کی پیاسی حسرتِ دید
تمنائے نظر بھُوکی کی بھُوکی

خودی کو بھول کر جو حق کو ڈھونڈا
خدائی اور قدرت اُس پہ تھُو کی

ہے عالم نفسِ امّارہ کا نقشہ
ہوئی تکمیل یہ کس آرزو کی

خطائیں میری بخشش کا وسیلہ
خطا جب بھی کی ہیں نے باوضو کی

نہ کیوں ہو میری صورت پر مجھے ناز
میری صورت جو تم نے ہو بہو کی

حقیقت جاننے رحمت کی رِضواںؔ
کسی نے روز و شب قصداً سہُو کی

اَلکَبِیرُ

اپنی ہستی کو جان دیوانے
ہے یہ حق کا بیان دیوانے

غیب کیا ہے سمجھ کے ایماں لا
ہو نہ جا بے ایماں دیوانے

ہوں گے اللہ نبیؐ سب اپنی جگہ
اس طرف کیوں دھیان دیوانے

غیریت چھوڑ ساری خلقت کو
اک سمجھ ایک جان دیوانے

گنجِ مخفی کو دیکھ لے خود میں
ہے جو تیرا مکان دیوانے

ہوں وہ اللہ نبیؐ کہ یا شیطان
سب ہیں وھم و گماں دیوانے

جو ہیں ارواح سب تجھی میں ہیں
تو ہے سب کا مکان دیوانے

مَیں کو تُو تُو کو مَیں میں ضم کر لے
ہے یہ ہی اِمتحان دیوانے

جان والے کو جان کر رِضواںؔ
بند کر لے زباں دیوانے

الکبیر

تصورِ غیر کا دل میں لانا نہیں اچھا
یہ اک شرکِ خفی ہے اس کو اپنانا نہیں اچھا

وہی ہے ذکرِ کامل جس سے ہو خود کی شناسائی
ہیں یوں تو ذکر سب اچھے مگر پانا نہیں اچھا

کمالِ ظرف یہ ہے خود کے جلوؤں میں ہی گم رہنا
اہم ہے خود پرستی خود سے پھر جانا نہیں اچھا

جو چاہی میں نے جنت چیخ کر شرم و حیا بولے
جہاں لغزش ہوئی ہے پھر وہی جانا نہیں اچھا

کسی سے میں ہوا پیدا نہ کوئی مجھ سے ہے پیدا
یہ ہی راز منظر پر اسے لانا نہیں اچھا

جلانے کی صفت آئی کہاں سے نوُر میں زاہد
ادھورا طور کے قصّے کو دہرانا نہیں اچھا

یہاں کا جو بھی اندھا ہے وہاں کا بھی وہ اندھا ہے
یہاں کے اور وہاں کے معنی بتلانا نہیں اچھا

جو ملحد ہو تو رضواںؔ کام رکھو خود پرستی سے
خیالِ غیر سے دِل اپنا بہلانا نہیں اچھا

الکبیر

زاھدا نکتۂ عرفاں تجھے کیا معلوم
ہے ادھورا تیرا ایمان تجھے کیا معلوم

بے خبر اپنی خبر کی تو خبر لے پہلے
تو ہے انساں یا حیوان تجھے کیا معلوم

کچھ تو بتلا تیرے گھر آمد و شد ہے کس کی
تیرے گھر کون ہے مہمان تجھے کیا معلوم

خود کو پہچان ذرا بحرِ خودی میں گم ہو
ہے اسی میں تیرا احسان تجھے کیا معلوم

دیکھ زنجیرِ نفس کو ذرا جھٹکا دے کر
راز اس میں ہی ہے ناداں تجھے کیا معلوم

جھاڑ دِل کو تو ذرا عشق کی جھاڑو لیکر
تب بنے گا تو مسلمان تجھے کیا معلوم

عاقبت کے لئے کلمہ کی سند پیدا کر
عاقبت کی ہے یہی جان تجھے کیا معلوم

لفظ انمول ہیں الفاظ کی توہین نہ کر
دُرِّ نایاب کی پہچان تجھے کیا معلوم

ظاھری علم سے جنّت نہ ملے گی زاہد
روک دے گا وہاں رضوانؑ تجھے کیا معلوم

اَلْکَبِیْرُ

رضواںؔ میں اپنے آپ سے جوں جوں جُدا ہوا
اَلعِلمُ نکتَۃٌ کا خلاصہ ادا ہوا

دنیا میرے خلاف اگر ہے تو کیا ہوا
قائم ہے میرا پیر سے رِشتہ لگا ہوا

ہے روحِ احدیت تو ہے وحدت مقامِ دِل
وحدانیت کے روپ میں انساں نما ہوا

تارِ نفس کو چھیڑنے کی صرف دیر تھی
اک بربطِ حیات میں محشر بپا ہوا

ڈھونڈا کیا میں جس کو حرم میں کئی برس
پایا اُسی کو روحِ رواں میں چُھپا ہوا

نزدیکی اور دوری سمجھ میں آ نہ سکی
ہم سے ملا رہا نہ وہ ہم سے جُدا ہوا

رِضوانؔ میں تا حیات کیا بندگی مگر
حقِ بندگی کا پھر بھی نہ مجھ سے ادا ہوا

الکبیرہ

یہ سب نقشِ خیالی ہے نہ کعبہ ہے نہ بت خانہ
فقط اک نام کی ہے قید شمع ہے نہ پروانہ

حقیقت میں عبادت کا مزا اُس وقت آتا ہے
کسی کو اپنا کرنا یا کسی کے خود ہی ہو جانا

میں اُن کی حمد کرتا ہوں خدائی رقص کرتی ہے
طبعیت چاہتی ہے ایسے میں قربان ہو جانا

تہہ دل سے کروں حمد و ثناء گر عرش والے کی
زمیں کیا آسماں کیا عرش اعظم وجد میں آنا

لباس زندگی کا بدلنا ہی موت ہے غافل
نظر کا ہے یہ دھوکہ ورنہ جینا ہے نہ مر جانا

اشاروں ہی اشاروں میں سمجھتے ہیں سمجھ والے
سمجھ کچھ بھی نہیں جن کو انہیں کیا خاک سمجھانا

تصور سے نکل حدِ تصوّر توڑ کر رضوانؔ
مزا جب ہے سراپا یار کی تصویر ہو جانا

اَلْکَبِیْرُ

کیا بتائیں مقام بندے کا
عرش پر ہے قیام بندے کا
بند چودہ طبق ہیں بندے میں
بند رہنا ہے کام بندے کا
اَسفل السافلین میں پڑ کر
ہو گیا اور نام بندے کا
کون بلوایا اپنے بندے کو
بندہ لایا پیام بندے کا
شکل حق کی ہے شکل بندے کی
نام حق کا ہے نام بندے کا
مجھ کو نسبت ہے ایک بندے سے
کیوں نہ ہو لب پہ نام بندے کا
لاکھ بندہ بُرا سہی رِضوانؔ
کیجیے احترام بندے کا

اَلکبیرُ

مجھے ہر حال میں اُن کی خبر ہے
میری ہر سانس اک پیغامبر ہے

بشر سمجھا نہیں اب تک بشر کو
بڑے ادراک سے شان بشر ہے

بشر ایسا کہ بوئے شر ندارد
سبحان اللہ کیا خیر البشر ہے

دلیلِ نحن زاھد کو مبارک
میرا ایمان ہر رگ میں گذر ہے

یقین تو اس کے ہے پن پر ہے لیکن
نہیں معلوم کیا ہے کدھر ہے

نہ جائے گا نظر کا چلبلا پن
وہ پیدائش سے پیوستِ نظر ہے

نہ پایا اپنے خود کو جب میں رضوانؔ
یہ ہی سمجھا کہ کوئی رجلوہ گر ہے

اَلکَبِیرُ

نہیں ہے تو نہیں ہے کیا اگر ہے تو ہے کیا سمجھا
نفی اثبات کا مطلب مجھے زاہد ذرا سمجھا

سمجھنے والے پتھر کو سمجھتے ہیں خدا اپنا
میں اپنے آپ کو سمجھا خدا تو کیا بُرا سمجھا

میرے ذوق تجسّس نے وہاں تک بھی رسائی کی
جہاں میرے جنونِ عشق نے سب کو خدا سمجھا

بنا تحقیق جو ذکر خدا کرتا ہے غافل ہے
یہ ہے ارشادِ باری پر زمانہ اس کو کیا سمجھا

نہ دے میری سمجھ پر کفر کا فتویٰ مجھے زاہد
سمجھ سے اپنی میں نے جو بھی سمجھا کیا بُرا سمجھا

سمجھ ہے تو سمجھ سے کام لو سمجھو سمجھ کیا ہے
سمجھ کو جو نہیں سمجھا وہ سمجھا بھی تو کیا سمجھا

تعجب خیز ہے رضواںؔ معمہ علم و عرفاں کا
خدا جس کو میں سمجھا وہ مجھے اُلٹا خدا سمجھا

الکبیر

کہانی اہل کعبہ کی ہو یا کہ دیر والوں کی
یہ سب کیا ہے ہوس ہے صرف بوسیدہ خیالوں کی

یہ کیا بوچھار ہے اے منکروں ہم پر سوالوں کی
کہ پرستش بھی کہیں ہوتی ہے مے کے پینے والوں کی

ملک الموت بھی آئیں اگر تو باادب آئیں
کہ یہ اک واقعہ ہے موت کے میخانے والوں کی

وہ میخانہ جہاں تعظیم کو جبرئیل آتے ہیں
بڑی اونچی جگہ قسمت لڑی ہے پینے والوں کی

تصور جب بھی کرتا ہوں میں اُن کی زلف پُرخم کا
تخیل میں مہک اٹھتی ہے خوشبو اُن کے بالوں کی

جو سچ پوچھو تو یہ اک حسن والے کا ہی صدقہ ہے
وگرنہ خاک میں مل جاتی صورت حسن والوں کی

خلاصہ اُس کی ہرجائی کا پوچھا تو کہا اُس نے
ارے اندھے یہاں پر ہے ضرورت آنکھ والوں کی

ہوا یہ شور عالم میں قیامت آگئی رضواں
فقط آواز سن کے میرے دردانگیز نالوں کی

الکبیر

کھاتے نہیں فریب عبث سر جھکا کے ہم
کرتے ہیں پوجا خود کی ہی خود کو بٹھا کے ہم

پردہ جو عبد و رب کا اٹھا تو یہ گُر کھُلا
بندہ خدا ہمارا ہیں بندے خدا کے ہم

جس جا ملک نہ پہنچے وہاں سے گذر گئے
حد تعینّات کے پردے اٹھا کے ہم

ممکن نہ تھا خدا کی قسم راہ عشق میں
کیا رکھتے کفر و شرک سے دامن بچا کے ہم

تار نفس میں گونج رہا ہے انا کا شور
پھرتے ہیں خود میں شان خدائی چھپا کے ہم

آدم ہے کون بندہ کہاں ہے خُدا ہے کیا
ثابت کریں گے ایک دن پردے ہٹا کے ہم

رضواں تلاش یار میں ایمان کھو گیا
صُمٌّ بکمٌ ہیں اِس لئے مارے حیا کے ہم

الکبیر

ایسا بھی کر دکھاتی ہے قدرت کبھی کبھی
آتی ہے کام وقت پہ غفلت کبھی کبھی

زاھد تو ایک ہی نہیں رحمت کا مُستحق
ہم پر بھی ٹوٹ پڑتی ہے رحمت کبھی کبھی

راہ طلب میں میری تجسّس کو دیکھ کر
تکتی ہی رہ گئی ہے یہ شریعت کبھی کبھی

زاہد تجھے قبول قیامت کی وحشتیں
گذری ہے ہم پہ یوں ہی قیامت کبھی کبھی

اکثر ہوا ہے یوں بھی محبت کی راہ میں
کرنی پڑی ہے خود سے بھی نفرت کبھی کبھی

اِک بے وفا کی یاد میں اک اُس کے عِشق میں
رضوانؔ اُٹھائی ہم نے بھی تہمت کبھی کبھی

اَلْکَبِیْرُ

عزیزو چلیئے کہ شغلِ سبو و جام کریں
کہ بندگی کا نئے ڈھنگ سے اہتمام کریں
چلو کہ پیرِ خرابات کو امام کریں
ادا نمازِ محبت بہ احترام کریں

رکوع وہ کیا کریں کیا سجدہ و قیام کریں
جو ہر نفس تیری آمد کا احترام کریں
چلو کہ چل کے کریں افتتاح بادہ کشی
شرابِ عشق پیئیں غم کا اختتام کریں

جو چاہتے ہیں محبت خدائے واحد کی
وہ دِل میں حضرتِ انسان کے کچھ قیام کریں
کہاں ہیں وہ ہے جنہیں ناز زہد و تقوے پر
نظر ملا کے ذرا مجھ سے تو کلام کریں

وفا میں تحقیق و تصدیق شرط ہے رضوانؔ
وہ ذکرِ خاص کریں یا کہ ذکرِ عام کریں

الکبیر

دیر کیا کعبہ کیا اور پابندیٔ اوقات کیا
بندگی کرنے کو اۓ نادان دِن کیا رات کیا

وقت نازک ہے سنبھل نادان ابھی کچھ وقت ہے
سنتے جاؤ کہہ رہے ہیں وقت کے حالات کیا

مجھ کو مل جائے کوئی اہلِ خدا تو پوچھ لوں
ہیں یَدُاللہ فَوقَ اَیدِیھِم کے تشریحات کیا

دین کا متوالا کوئی بھی نظر آتا نہیں
اۓ مُسلمانوں تمہارے مر گئے جذبات کیا

جانتے اور بوجھتے ایسی بھی کیا نادانیاں
دوستو ایسی بھی کیا غفلت ہے آخر بات کیا

سچ جو پوچھو تو بھرم ہے کچھ نہیں اس کے سوار
داستاں کعبہ کی کیا دیر و حرم کی بات کیا

کچھ تو رضواںؔ رنگِ عرفاں چاہیئے اشعار میں
نظم کیا اور کیا مُسدّس کیا غزل کیا نعت کیا

الکبیر

ہو الباطن بجا ہے وہ نہاں ہے بھی نہیں ہے بھی
ہو الظاہر غلط کب ہے عیاں ہے بھی نہیں ہے بھی

نہیں ہو کر بھی ہے وہ اور ہو کر بھی نہیں ہے وہ
ہیں اثبات و نفی کی پہیلیاں ہے بھی نہیں ہے بھی

یہاں کے اور وہاں کے ظاہر و باطن کے شہ رگ کے
کئی سُلجھا چکا میں گتھیاں ہے بھی نہیں ہے بھی

ہے جو کچھ بھی نہیں ہے جو نہیں ہے ہے وہی غافل
ہے یہ اللہ والوں کا بیاں ہے بھی نہیں ہے بھی

وہی وہ ہے فقط اک راز ہے شک ہے نہیں ہے وہ
خدارا اب نہ کھلواؤ زباں ہے بھی نہیں ہے بھی

ادھر بیت الصنم خالی ادھر بیت الحرم خالی
ہے شاعر کا یہ اندازِ بیاں ہے بھی نہیں ہے بھی

نظر تو وہ نہیں آتا مگر محسوس ہوتا ہے
عجب ہے شان اس کی بے گماں ہے بھی نہیں ہے بھی

اگر میں ہوں تو وہ ہے میں نہیں تو وہ نہیں رضواں
حقیقت ہے یہی رضواں میاں ہے بھی نہیں ہے بھی

اَلکَبِیرُ

ناصحا ذکرِ مَیں و تُو کیا ہے
مشرکانہ یہ گفتگو کیا ہے

سر ہے سجدے میں غیرِ حق دِل میں
بندگی رب کی بے وضو کیا ہے

بھول کر خود کو ڈھونڈھتے کیا ہے
ایسی غفلت کی جستجو کیا ہے

جس کو تُو کہہ رہا ہے تُو زاہد
تُو وہی تُو ہے ورنہ تُو کیا ہے

ہے بیاں کس کا لاشریک لہٗ
پڑھ سمجھ کر یہ وحدہٗ کیا ہے

ایسی گستاخیاں بھی کیا رِضوانؔ
اُن کا نام اُن کے روبرو کیا ہے

الکبیر

خدا حاضر ہے ناظر ہے عیاں ہے
ذرا بتلائیے صاحب کہاں ہے

نہ اُس کے دست و پا نہ جسم و جاں ہے
وہی جانے وہ کیا ہے کہاں ہے

جو پوچھا عرش سے حق ہے تو بتلا
کہا رو کر یہاں پر وہ کہاں ہے

میں سب کچھ جان کر یہ سوچتا ہوں
حقیقت ہے کہ اندازِ بیاں ہے

نشان پاؤ گے کیا اس بے نشاں کا
مکاں اُس کا کہاں وہ لامکاں ہے

وہ مطلق ہو کے جس جا پر عیاں ہے
مقیّد ہو کے وہ کس جا نہاں ہے

نہ تم بندے ہو اور نہ حق ہو رضواںؔ
سراسر جھوٹ ہے وہم و گماں ہے

الکبیر

ہوا تصویر سے پیدا تصوّر
مُصوّر ہے خدا بندہ تصوّر

ہر اک صورت مصوّر کی اگر ہے
کرے پھر کون کس کس کا تصوّر

بنا دیکھے تصوّر ہو تو کیوں ہو
کرے کس طرح نابینا تصوّر

بنانا چاہا جب مجھ کو مصوّر
اُسے کرنا پڑا اپنا تصوّر

تصوّر کی ہوئی معراج جس دم
بذات خود ہوا خود کا تصوّر

ہے اپنا ہی تصوّر عین رضواں
تصوّر غیر کا دھوکا تصوّر

الکبیرؒ

اُن کے رُخ پہ نقاب کیا کہنے
ہم سے شرم و حجاب کیا کہنے

میں مجسّم شراب خانہ ہوں
وہ سراپا شراب کیا کہنے

ہر نظر اک تجلّی دیگر
ہر نفس انقلاب کیا کہنے

میری صورت کو دیکھ لو پڑھکر
اِک مکمّل کتاب کیا کہنے

اُن کے ظلم و ستم اٹھانے کو
ہم ہوئے اِنتخاب کیا کہنے

سخت تر ہے عذاب دوزخ سے
زِندگی کا عذاب کیا کہنے

عِشق بھی لازوال ہے رِضوانؔ
حُسن بھی لاجواب کیا کہنے

الکبیر

نہ کچھ توبہ ہی کام آئی نہ کچھ تقویٰ ہی کام آیا
سبیل بندگی میں ایک ایسا بھی مقام آیا

سمجھ میں کچھ نہیں آتا کہ یہ کیسا مقام آیا
خودی کا جوں خیال آیا خیال احترام آیا

بظاہر ہوں میں بندہ اور باطن ہیں سراپا حق
یہ ہی ہمراہ دم کے دمبدم اُن کا پیام آیا

تصوّر اُن کا جب چاہا تو آئی شکل خود اپنی
جو چاہا نام لوں اُن کا خود اپنا ہی نام آیا

اگر ہے وصل کی خواہش تو مر کر دیکھئے صاحبؔ
سراپا موت بن کر وہ برائے خاص و عام آیا

جو دیکھا مجھ کو محشر میں مصوّر نے کہا رضواںؔ
میرا ہمشکل ہمدم اور ہمنام ہمکلام آیا

اَلْکَبِیْرُ

کھلونے دے کے نادانی سے بہلانا نہیں آتا
مجھے جھوٹی تسلی دے کے سمجھانا نہیں آتا

سمجھتا ہوں کہ ہے ذکر جلی ناپاک گستاخی
مجھے گندی زباں سے ذکر فرمانا نہیں آتا

حرام ہے مجھ پہ وہ ساعت نہ ہو ذکر خدا جس میں
مجھے ورقِ نفس بِن ذکر اٹھانا نہیں آتا

میں ہوں مولیٰ کا طالب جوہر مردانہ رکھتا ہوں
مجھے کم ظرف نادانوں سے ٹکرانا نہیں آتا

میری صحبت میں آ کر بھول جانا چوکڑی زاہد
روایات حرم سے مجھ کو سمجھانا نہیں آتا

میں چاہوں تو لگا دوں نعرۂ اِنّیٓ انا رضوان
خلاف شرع مجھ کو راہ پر جانا نہیں آتا

الکبیرہ

رُخ سے آنچل جو اٹھا دی جوگن
اپنا دیدار دکھا دی جوگن

ہو کے پیوست میری آنکھوں میں
نیند آنکھوں سے اڑا دی جوگن

رنگ کر اپنے رنگ میں مجھکو
راز کی بات بتا دی جوگن

فکر محشر نہ خواہشِ دُنیا
ایسا دیوانہ بنا دی جوگن

آپ خود بن کے شمع الفت
مجھکو پروانہ بنا دی جوگن

پھونک کر تن میں میرے روح انا
خواب غفلت سے جگا دی جوگن

نذر پر کیوں نہ نذر ہو جاؤں
روپ جوگن کا دکھا دی جوگن

بجھ سکے گی نہ حشر تک رضواںؔ
آگ وہ دل میں لگا دی جوگن

اَلْکَبِیْرُ

بندۂ رب کو رب نہیں معلوم
کیا ہے اس کا سبب نہیں معلوم

خود سے ملنے کی فکر کر لیجئے
موت آتی ہے کب نہیں معلوم

تذکرہ اُن کا سامنے اُن کے
بے ادب کو ادب نہیں معلوم

ہم سے پوچھو وہ ہیں تو کیسے ہیں
بادہ مستوں کو کب نہیں معلوم

عبد و رب میں ہے فاصلہ کتنا
ہے یہ نکتہ عجب نہیں معلوم

سب کی صورت میں حق تو ہے رضواںؔ
حق کی صورت سب نہیں معلوم

اَلکبیرُ

نفی اثبات کا ہے ماجرا کیا
نہیں لا ہے تو پھر ہوگا اِلا کیا

فقط یہ سوچنے میں عمر گذری
کہ آخر ہوگا تو ہوگا خدا کیا

اگرچہ زندگی خود اک بلا ہے
بلا یہ ہے تو پھر قالو بلا کیا

میں ہوں آخر الٰہی یا نہیں ہوں
اگر میں ہوں تو پھر میرا پتہ کیا

میں آخر پوچھوں بھی تو کس سے پوچھوں
خدا سے پہلے بھی تھا اک خدا کیا

نہ پوچھو عِشق میں کیا کیا سہے غم
بتائیں کیا کہ گذری دِل پہ کیا کیا

میں کیسے کھول دوں اپنی حقیقت
جو میں کھل جاؤں تو باقی رہا کیا

زباں دم پہ رِضواںؔ دم بہ دم ہے
نبیؐ کا ذکر کیا ذکرِ خدا کیا

الکبیر

اللہ کی صورت میں بندہ نظر آتا ہے
بندے کے تصور میں اللہ نظر آتا ہے

اللہ کو جو بندہ بندے سے جدا سمجھا
یعنی اُسے ہر نقشہ الٹا نظر آتا ہے

اے بندۂ حق مت جا اس ظاہری دُنیا پر
جو کچھ نظر آتا ہے دھوکہ نظر آتا ہے

اللہ کرے دیکھے کوئی میری آنکھوں سے
اس عالم فانی میں کیا کیا نظر آتا ہے

اے زاھد ظاہر بین ظاہر کی حقیقت سن
یہ علم بھی اور تو بھی جھوٹا نظر آتا ہے

کہتے فلک جس کو ہے پاؤں تلے میرے
دُنیا کی نگاہوں میں اونچا نظر آتا ہے

کثرت سے ہٹو رضواں آؤ ذرا وحدت پر
عالم پہ نظر ڈالو نکتہ نظر آتا ہے

اَلکَبِیرُ

ذرہ ذرہ ہے اسی معشوق کا گھر دیکھئے
حضرت عاشق جھکاتے ہیں کہاں سر دیکھئے

مَنْ عَرَف کو جو سمجھ کر کہہ دیا دھوکہ ہوا
ہے بڑا باریک یہ نکتہ سمجھ کر دیکھئے

دید کا انجام یکساں ہے اگرچہ عشق میں
سوچتا ہوں روزِ محشر ان کو کیوں کر دیکھئے

کیا طلب ہے کون ہے مطلوب طالب ہے کہاں
دامن افکار میں گردن جھکا کر دیکھئے

جان و دِل حیران ہیں حسرت زدہ ہیں عقل و ہوش
عشق میں یوں بھی ہوا کرتا ہے اکثر دیکھئے

اپنے من میں ڈوب کر پا جا سراغ زندگی
یہ بھی اک اللہ والوں کا ہے محضر دیکھئے

تو اگر میرا نہیں بنتا نہ بن اپنا تو بن
معرفت کا درس کیا ہو اس سے بہتر دیکھئے

صنعتِ قدرت کی تعریف گر کرنی ہے اگر
آئینہ لے کر ذرا قد کے برابر دیکھئے

وقت تھوڑا ہے بہت ہے کام رِضواں کیا کریں
تاک میں اپنی کھڑی ہے موت سر پر دیکھئے

الکبیر

بتا زاہد مقام پیر کیا ہے
یَدُاللہ فَوقَ کی تفسیر کیا ہے

جبین عرش پر روز ازل سے
جو ہے تحریر وہ تحریر کیا ہے

چلا کر یوں کہے تیر نظر وہ
نہ ہو جو پار دل کے تیر کیا ہے

نظر جن کی لڑی اہل نظر سے
نظر میں اُن کی شاہ و میر کیا ہے

کھلے کیونکر نہ اسرار نہانی
مصوّر کون ہے تصویر کیا ہے

کبھی رضواں نہ سوچو زندگی کا
ادھورے خواب کی تعبیر کیا ہے

الکبیر

خیالوں میں یہ کس کے کھو گیا ہیں
نہیں معلوم کس کا ہو گیا ہیں

قدم بوسی کو سر خم ہو گیا ہے
سیاہ اعمال سارے دھو گیا ہیں

سر عرش آنکھ لگتے ہی میں پہنچا
تصور میں یہ کس کے سو گیا ہیں

میں مر کر بھی رہا ہوں اور رہوں گا
جہاں والو نہ یہ سمجھو گیا ہیں

پتہ اپنا بتائے جب وہ رضواں
حیا سے پانی پانی ہو گیا ہیں

اَلکَبِیرُ

یار کے ہیں روبرو نہ یار میرے روبرو
میری ہی تصویر ہے ہر بار میرے روبرو

پڑ گیا ہے سردِ بازارِ دوئی میرے لئے
گرم ہے توحید کا بازار میرے روبرو

مرکزِ توحید پر اپنے ہی جلوے دیکھ کر
دم نہ مارا طالب دیدار میرے روبرو

سینکڑوں پھندے دوئی کے توڑ کر بیٹھا ہوں
میں و تو کا ذکر ہے بے کار میرے روبرو

تجھ میں حق ہے یا سراپا تو ہی حق ہے غور کر
چھوڑ قرآن توڑ دے زُنار میرے روبرو

گر محمدؐ ہیں تو اُن پر دیکھ کر ایمان لا
سُن سُنائی چھوڑ دے گفتار میرے روبرو

کیوں پڑھوں لاحول رضوانؔ آ بھی جا ہوش میں
سرنگوں ہے آج وہ مکار میرے روبرو

الکبیر

کہیئے علمائے جہاں اب ہمیں کیا کہتے ہیں
ہم وہ عاشق ہیں کہ بندے کو خدا کہتے ہیں

سچ جو پوچھو تو ہے عنوانِ حیاتِ جاوید
جس کو سب لوگ زمانے میں قضاء کہتے ہیں

اے خدا ہیں کہ نہیں دار چڑھانے والے
اب بھی کچھ لوگ ہیں ایسے جو انا کہتے ہیں

گر کہے حضرت منصور انا الحق بھی تو کیا
ہم وہ منصور ہیں جو اس سے سوا کہتے ہیں

اُن کی زلفوں کا ہے سایہ جسے ہم شام کہیں
حُسن کی ان کے جھلک ہے وہ ضیاء کہتے ہیں

شرط یہ ہے کہ رہو حق پہ ہمیشہ رضوانؔ
کہنے دو لوگ اگر تم کو بُرا کہتے ہیں

اَلکَبِیرُ

نَحنُ اَقربُ کہہ کے دِل بہلا دیا
دیکھیئے کِتنا حسین دھوکہ دیا

کوئی کیا جانے تیری مکاریاں
ہر جگہ ہر ایک کو بہکا دیا

وعدہ کچھ اقرار کچھ ارشادیہ کچھ
ہے حقیقت کچھ تو کچھ سمجھا دیا

خود تماشہ ہے تماشائی بھی خود
خود ہی اپنے آپ کو دھوکہ دیا

خود انا الحق کہہ کے خود مجرم بنا
خود ہی خود کو دار پر لٹکا دیا

آس میں مسجد میں زاہد کو رکھا
برہمن کو دیر میں چھاندا دیا

قلب میں ہے وہ نہ شہہ رگ سے قریب
خود پتہ رِضواں کچھ ایسا دیا

الکبیر

کیسے نظر اُن سے لڑی یاد نہیں
یہ لگی کیسے لگی یاد نہیں

یاد ہے ان کو کہیں دیکھا تھا
کب کہاں کیسے یہ ہی یاد نہیں

راز کی بات نہ کہنی تھی کہی
جانے کس دُھن میں کہی یاد نہیں

جو بھی کرنا تھا وہ ہم کر گذرے
ہم کو اچھی و بری یاد نہیں

کیا کہوں اُن سے تعلق کیا ہے
تھا ابھی یاد ابھی یاد نہیں

وعدۂ وصل بھلانے والے
کیا تجھے اپنی کہی یاد نہیں

واعظا جانتا ہوں میں تجھ کو
ہے غلط یاد صحیح یاد نہیں

زندگی کٹ تو گئی ہے رِضواںؔ
کس تصوّر میں کٹی یاد نہیں

الکبیر

مٹا کر امتیاز ِ بیں و تو اک مردِ نر ہو جا
اگر ہے اصلیت کی کھوج تو پابند شر ہو جا
نکل یہ قید و بند کے زاویوں کو میٹ کر غافل
حدودِ بندگی کو توڑ کر کافر بن شمر ہو جا

زباں مت کھول گونگا بن نہ سُن کس کی بھی بہرہ بن
بظاہر پھوڑ لے آنکھیں بہ باطن دیدہ ور ہو جا
بتوں کو پوج بن مومن عبادت چھوڑ بن عابد
تو بندہ بن کے کفر و شرک کا کامل بشر ہو جا

حجاباتِ تخیُّل کو اٹھا رکھ طاق میں واعظ
یہ میدان طلب ہے اس جگہ تذلیل تر ہو جا
شرابِ عشق پی اپنے کو پا اک مرد دانا بن
مقامِ عشق حاصل کر وجود جبر و بر ہو جا

اگر صدیق بننا ہے تو بن زندیق اے رضواںؔ
زمانے کی نظر سے گر کے محبوب نظر ہو جا

اَلْکَبِیْرُ

میں بذات خود ہوا کس نے کیا پیدا مجھے
لَمْ یَلِدْ پر اور لَمْ یُوْلَدْ یہ ہے دعویٰ مجھے

باپ وماں پردہ تھے میرے میں نہاں پردے میں تھا
ہیں یہ سب پردے کی باتیں فرض ہے پردہ مجھے

چُلبلے پن ہی سے میرے باپ وماں اک جا ہوئے
دیکھنا تھا فرض اپنا آپ ہی جلوہ مجھے

کونسی ہے مجھ میں وہ شیئے کُلِّ شَیْءٍ پر محیط
ناز ہے قسمت پہ اپنی وہ مِلا نکتہ مجھے

حق کا ثانی ہوں کہ حق ہوں دوستو بتلائیے
کیا سمجھ کر کیوں فرشتوں نے کیا سجدہ مجھے

علم وعرفاں کی میرے شائید یہ ہی معراج ہے
صورتِ قطرہ نظر آنے لگا دریا مجھے

کوئی مانے یہ نہ مانے اپنا اپنا علم ہے
ہر لبشر پر ہے خدا ہونے کا اندیشہ مجھے

آنکھ والے سب مجھے رضواںؔ خدا کہنے لگے
جتنے نابینا تھے سب کہنے لگے بندہ مجھے

الکبیرُ

اے دلِ مضطرب غم نہ کر صبر کر ایک دن تیری اُمید بر آئیگی
یہ تڑپنا تیرا گر سلامت رہے عشق کو تیرے معراج ہو جائیگی

تیری مرضی ہے تو جلوہ گر ہو نہ ہو ہاں مگر عشق میں دیکھ ایسا نہ ہو
میں ہوں عاشق میرا کیا بگڑ جائیگا بلکہ تہمت تیرے نام پر آئیگی

ہو تو ہو کس لیئے فکرِ منزل مجھے ہر گھڑی کہہ رہا ہے میرا دل مجھے
عزمِ راسخ سے غافل ذرا کام لے تیری منزل تجھے ڈھونڈتے آئیگی

دیکھنا حشر میں آئیگا کچھ مزا حشر میں اک نیا حشر ہوگا بپا
جب ذرا رُخ سے پردہ اٹھائیں گے وہ جب نظر سے نظر میری ٹکرائیگی

دل میں ہے ایک ہی آرزو چاہیئے مجھکو جنت نہیں بلکہ تُو چاہیئے
جو ہو بھوکا فقط تیرے دیدار کا ایسی جنت اسے کام کیا آئیگی

حُسن والوں سے رضواںؔ یہ کہہ دیجیئے حُسن کی کیا حقیقت ہے سُن لیجیئے
اِس طرح حُسن پر ناز اچھا نہیں دھوپ ہے شام تک یہ بھی ڈھل جائیگی

الکبیر

خدا کیا چیز ہے میں جانتا ہوں
وہ ہے کس روپ میں پہچانتا ہوں
بظاہر ہوں میں بندہ مانتا ہوں
یہ باطن کیا ہوں میں یہ جانتا ہوں

میں چھلنی تارِ نسبت کی بنا کر
اسی میں رشتۂ حق چھانتا ہوں
ہے رازِ بندگی بندے میں مُضمر
یہ میرا راز ہے میں جانتا ہوں

میں خود ہوں گنجِ مخفی کا خلاصہ
میں رازِ کُنتُ کَنزاً جانتا ہوں
معمہ حل کیا ہوں عبد و رب کا
حقیقت اس کی میں پہچانتا ہوں

ستونِ عرش ہل جاتے ہیں رضوانؔ
میں جب تارِ نفس کو تانتا ہوں

الکبیر

ذکر پورا نہ فکر پوری ہے
جو بھی تحقیق ہے ادھوری ہے

عرش پر ہوں وہ یا کہ شہہ رگ میں
یہ بھی دوری ہے وہ بھی دوری ہے

کیسے ہیں وہ سمجھ میں آ تو گئے
کیا انہیں دیکھنا ضروری ہے

جا کے آتی ہے لامکاں سے پرے
فکر کی میرے کیا عبوری ہے

ایک میں ہی قصوروار نہیں
سارا عالم تیرا قصوری ہے

مست ہیں ایک حال میں رضواںؔ
اُن سے دوری ہے نہ حضوری ہے

الکبیر

خود رہے یاد اُن کی بھول ہوئی
قیمت بندگی وصول ہوئی

بنتے بنتے خُدا بنا بندہ
ہوتے ہوتے کلی ہی پھول ہوئی

اہلِ دیر و حرم کا کہنا ہے
آج تک بندگی فضول ہوئی

صرف گندم کا ایک بہانہ تھا
بات اتنی تھی کتنی طول ہوئی

وہ صفت جو گذر گئی حد سے
رفتہ رفتہ وہی رسول ہوئی

کون ہے مدّعا نہیں سمجھے
کیسے کہدیں دعُا قبول ہوئی

ذکرِ حق کر چکے بہت رضواںؔ
خود کو بھولے بڑی یہ بھول ہوئی

الکبیر

دیدہ بن اُن سے لو لگائے ہیں
خوبصورت فریب کھائے ہیں

وہ تصوّر میں جب بھی آئے ہیں
ایک نیا حشر ساتھ لائے ہیں

وہ یہیں تھا کہ جس کے واسطے ہم
عرش تک جا کے لوٹ آئے ہیں

اپنی پہچان ہو گئی مشکل
اس قدر وہ قریب آئے ہیں

یہ نہ پوچھو کہ ہم محبت میں
کتنے رنگین چوٹ کھائے ہیں

کون کہتا ہے تھے وہ بے سایہ
جو بشر ہیں اُنھیں کے سائے ہیں

جب بھی مجھ سے ملے ہیں وہ رضواںؔ
حال میرا مجھے سنائے ہیں

الکبیر

میرے عشق کا بھلا ہو نئے گل کھلا رہا ہے
کبھی یہ ہنسا رہا ہے کبھی یہ رُلا رہا ہے

مِلا جب سے در کسی کا نہیں لمحہ بھر کی فرصت
کوئی ملنے آ رہا ہے کوئی مِل کے جا رہا ہے

یہ جہاں اک آئینہ ہے یہ ہے اک مقامِ عبرت
میرا عکس ہی پلٹ کر نظر مجھ کو آ رہا ہے

مجھے آزمانے والے ذرا اتنا تو بتا دے
تو مجھے مٹا رہا ہے یا مجھے بنا رہا ہے

میں تو آج اپنے سائے کو خدا سمجھ رہا ہوں
میں جدھر چلا ہوں یہ بھی میرے ساتھ آ رہا ہے

میری کیا مجال رضواںؔ جو غزل سنا سکوں میں
کوئی مجھ میں جلوہ گر ہے جو غزل سنا رہا ہے

الکبیرُ

سن سناتا ہوں نام کلمے کا
نقش ہے خاص و عام کلمے کا

کھول دوں کیسے اس حقیقت کو
کلمے میں ہے مقام کلمے کا

کفر و شرک اس سے صاف ظاہر ہیں
چھوڑ پڑھنا مدام کلمے کا

پاک کر کفر و شرک سے اس کو
ذکر تب کر مدام کلمے کا

سات حصے ہیں دیکھ کلمے میں
ایک حصہ ہے نام کلمے کا

حال میں دیکھ شان کلمے کی
قال میں ہے قیام کلمے کا

کلمہ کیا ہے میں کیا کہوں رضواںؔ
ہے وجود تمام کلمے کا

اَلکَبِیرُ

بے نشاں ہے، نشاں سے باہر
جسم جیسے ہے جاں سے باہر
کوئی کیسے کسی کو سمجھائے
ہے یہ نکتہ بیان سے باہر
اس کو وہم و گماں سے سمجھا
جو ہے وہم و گماں سے باہر
خود سے باہر تلاش کس کی ہے
میزباں کیا مکان سے باہر
رازِ حق کون کیا کہے رضواںؔ
ہے یہ طاقت زبان سے باہر

الکبیر

باز آ زاہد خیال خام سے
ذکر خود کا کر حقیقی نام سے

ہے اگر نسبت تجھے اسلام سے
رابطہ ہے اسلام کا کس لام سے

خود سے ہم واصل ہوئے منزل ملی
دین و دنیا سے گئے ہم کام سے

وہم آخر لے اُڑا معراج تک
یہ خبر مجھکو ملی الہام سے

دوستو ابلیس کو پہچان لو
پھر رہا ہے جا بجا بے نام سے

کیا ہوا بندہ اگر وہمی ہوا
ہے تعلق وہم کا الہام سے

کون ہے رضواں یہاں کوئی نہیں
کس کو دوں آواز کس کے نام سے

الکبیر

بغیر جانے خودی کو خدا خدا نہ کرے
کہ بندگی کوئی اِس طرح سے ادا نہ کرے

پیئوں شراب رہوں مست اپنی مستی میں
بقید ہوش عبادت کروں خدا نہ کرے

جبین جام و سبو پر یہ درج ہے مصرعہ
کہ مئے پرست نماز وفا قضاء نہ کرے

نچوڑ دوں جو دامن میرے تخیّل کا
تو میرے سامنے واعظ بھی چوں چرا نہ کرے

میں خود پرست ہوں کہتے ہیں مجھکو کافرِ عشق
خدا پرست میرے ہاں خدا خدا نہ کرے

خلاصہ اپنی خودی کا اگر کروں زاھد
قسم خدا کی کبھی تو خدا خدا نہ کرے

شعورِ بادہ پرستی نہ جن میں ہو رضوانؔ
اُنھیں کہو میری صحبت میں وہ رہا نہ کرے

الکبیر

پوچھو سرکار سے معراج میں کیا کیا دیکھے
خود کو دیکھے یا کسی اور کا جلوہ دیکھے

عرش مخصوص نہیں اُس کا مقام اے زاہد
دیکھنے والے زمیں پر اُسے ہر جا دیکھے

دیکھنے جس کو فرشتے بھی ترستے ہوں گے
رند میخانۂ طیبؔ اُسے ہر جا دیکھے

کون طالب ہوئی مطلوب سے قربت کتنی
فاصلہ طالب و مطلوب میں کتنا دیکھے

نور میں آئی صفت نار کی کہیئے اے دوست
نور سے کیا کسی شئے کو کوئی جلتا دیکھے

دید سرکارؐ کی آسان نہیں ہے رضواںؔ
کیا ملا خاک اگر آئینہ اندھا دیکھے

الکبیر

ہے ریاضت اپنی ہر دم غیب میں
گفتگو اُن سے پیہم غیب میں

حکم ہے ایمان لاؤ غیب پر
دیکھیے اب ہو گئے ہم غیب میں

غیب کیا ہے دیکھیے تحقیق سے
ہم تو کیا ہے سارا عالم غیب میں

یوں تو ظاہر میں نظر آتے ہیں سب
اصل میں ظاہر بھی ہے ضم غیب میں

کیا کہوں میں حال غیب الغیب کا
غیب عالم میں ہے عالم غیب میں

حال کیا ہے کچھ خبر دیتی نہیں
جو گئی اولادِ آدم غیب میں

ظاہراً کثرت میں ہیں رضواںؔ مگر
ہیں اہلِ توحید پر ہم غیب میں

الکبیر

بن دیکھے حُسنِ یار کی چکر میں آگیا
کیا بوالہوس ہے پیار کی چکر میں آگیا

دوزخ کی شکل دیکھی نہ جنت کی سیر کی
ناحق کے نور و نار کی چکر میں آگیا

وحدت کا روپ لے کے دوئی میں الجھ گیا
واعظ کے اشتہار کی چکر میں آگیا

کچھ دن رہا تصوّرِ حق کی گرفت میں
کچھ دن خیالِ یار کی چکر میں آگیا

بیٹھا کبھی اٹھا کبھی چل کر گرا کبھی
ایک دو نہیں ہزار کی چکر میں آگیا

مَن تُو شُدم بھی خوب ہے تُو مَن شُدی بھی خوب
تحریر پیچدار کی چکر میں آگیا

چکر کو میرے عشق کی معراج ہو گئی
جب سے میں دیندار کی چکر میں آگیا

رضواںؔ ہے دم کی آمد و شد کی گرفت میں
دم بن کے دم کے تار کی چکر میں آگیا

اَلْکَبِیْرُ

یہ بندہ ہے کبھی بندے سے مولیٰ ہو نہیں سکتا
اگر مولیٰ ہی خود چاہے تو پھر کیا ہو نہیں سکتا

خدا وہ کیا خدا جو اپنے بندوں سے کرے پردہ
وہ پردہ کر نہیں سکتے یہ پردہ ہو نہیں سکتا

میں بے نکتہ کی اک تحریر ہوں تصویرِ وحدت ہوں
کہ مجھ سا دو جہاں میں کوئی پیدا ہو نہیں سکتا

سمجھنا حق کو اپنے جیسا اک توحید ناقص ہے
کہ ایسے علم سے ایمان پختہ ہو نہیں سکتا

یقیں کر جان لے سچ مان لے تحقیق کر زاہد
جسے سمجھا ہے تو بندہ وہ بندہ ہو نہیں سکتا

کہیں تو کیا کہیں کیسے کہیں کس سے کہیں رضواںؔ
حقیقت میں حقیقت کا خلاصہ ہو نہیں سکتا

الکبیر

سن کے رضواں تیرا عرفاں بڑی مشکل ہے
ڈگمگانے لگا ایمان بڑی مشکل ہے

کلمہ پڑھنے سے مسلمان نہیں ہو سکتے
کس کو سمجھینگے مسلمان بڑی مشکل ہے

پڑھ کے قرآن بنے حافظ و واعظ بھی تو کیا
ایک اک لفظ کی پہچان بڑی مشکل ہے

غرق ہو کر بحرِ عشق میں تہہ کو پانا
میں تو سمجھا تھا ہے آسان بڑی مشکل ہے

ہاں فرشتہ تو ہے بننا بہت آسان مگر
انسان بننا نہیں آسان بڑی مشکل ہے

یاد کر یاد کر میثاق کا وعدہ زاہد
ورنہ ہو جائیگا پشیمان بڑی مشکل ہے

نفسِ امّارہ کو کیا اور سزا دوں رضواںؔ
تابع ہوتا نہیں شیطان بڑی مشکل ہے

الکبیر

دید بن ذکرِ یار کیا کرتے
مثل اندھوں کے پیار کیا کرتے

جو حدودِ حرم میں حیراں ہیں
عشق کی حد وہ پار کیا کرتے

خود جو اپنے سے عشق کر نہ سکے
پھر خدا سے وہ پیار کیا کرتے

ہم وہ عاشق ہیں چھوڑ کر خود کو
عشقِ پروردگار کیا کرتے

بندگی اور وقت کی ہو غلام
ایسی ہم بادہ خوار کیا کرتے

جاننا اس کو فرض تھا ورنہ
خود سے ہم اپنے پیار کیا کرتے

کہتے ہیں کہنے والے اب بھی آنا
عشق میں خوفِ دار کیا کرتے

ظرف والوں کا کام ہے رضواںؔ
مردہ دِل اُن سے پیار کیا کرتے

الکبیر

نہ پوچھو عبد و رب کے درمیاں کا فاصلہ مجھ سے
کہوں گا تو غضب ہوگا خفا ہوگا خدا مجھ سے

فقط اتنا سمجھ کر خود کو سجدہ کر رہا ہوں میں
کہ شائید کچھ نہ کچھ ہو بندگی کا حق ادا مجھ سے

نیاز و ناز کی یہ پہلیاں ہیں کوئی کیا جانے
میں سمجھاؤں گا کیا اُس کو کوئی پوچھے گا کیا مجھ سے

وفورِ عشق سے وہ کہہ کے یوں مجھ سے لپٹتے ہیں
کہ ہرگز رہ نہیں سکتا میرا سایہ جُدا مجھ سے

قسم اللہ کی وہ خود خدا کو بھول جائے گا
اگر لے امتحاں میرا کوئی اہلِ خدا مجھ سے

نظر ہے تو اٹھا کر عبدیت کا دیکھ لے پردہ
نہ میں اس سے جدا ہوں اور نہ وہ ہے جدا مجھ سے

اسی باعثِ نفس کی آہٹوں پر دھیان رکھتا ہوں
نمازِ عشق اے رضواںؔ نہ ہو جائے قضا مجھ سے

الکبیرہ

بے نمازی ارے رضواںؔ تجھے کیا معلوم
میرا مذہب میرا ایمان تجھے کیا معلوم

کیا ہے یہ حضرتِ انساں تجھے کیا معلوم
غور سے سن ارے ناداں تجھے کیا معلوم

جو نہ پہچانے خودی کو ہے وہی تو حیوان
دیکھ کیا کہتا ہے قرآن تجھے کیا معلوم

جلد کر جان کی تحقیق ہے مرنا برحق
موت کب آتی ہے نادان تجھے کیا معلوم

مت سمجھ کلمے کے پڑھنے سے مسلمان ہوا
یوں تو سب پڑھتے ہیں نادان تجھے کیا معلوم

بو نے ہستی نہ رہے تجھ میں عمل کر ایسا
تب ملے گا تجھے رحمان تجھے کیا معلوم

کیا کہوں دانۂ گندم کی حقیقت رضواںؔ
اُڑ نہ جائے کہیں ایمان تجھے کیا معلوم

اَلْکَبِیْرُ

وہ شب جس میں عیاں جلوے ہوں رب کے
ہزاروں شب تصدق ایسی شب کے

مبارک زاہدوں کو فکر بخشش
کہ ہم بخشے گئے بیٹھے ہیں کب کے

تھا جن کے علم میں کچھ نقص باقی
میرے عرفاں سے وہ لوگ دب کے

نہ ظاہر ہے نہ باطن ہے مگر ہے
چلو قربان جائیں ایسے رب کے

ہر اک جلوے میں جلوہ ہے اسی کا
خوشا قسمت کے بندے ایسے رب کے

سمجھ بیٹھے تھے ہم جیسے بھی اُن کو
مگر نکلے وہ کچھ ہی اور ڈھب کے

ہوئے جب بزم میں جلوہ نما وہ
وہیں غارت ہوئے ایمان سب کے

کبھی شیطاں کبھی بندے کبھی حق
کہ رضواں چلبلے ہو تم غضب کے

الکبیر

سامنے ہر دم تیری تصویر ہے
مے پرستوں کی بھی کیا تقدیر ہے

شیخ کو پا کر میں حق کو پا لیا
میری نسبت کی بھی کیا زنجیر ہے

مجھ کو پڑھیئے میں ہوں اک اُم الکتاب
دستِ قدرت کی یہ ہی تحریر ہے

واقعہ کیا ہے حیات و موت کا
خواب ہے یا خواب کی تعبیر ہے

دیکھ کیا لکھا ہوا ہے عرش پر
گھر وہی خالی ہے جو بے پیر ہے

جو بھی وہ کرتے ہیں اک تدبیر سے
وہ ہمارے واسطے تقدیر ہے

عبد کیا ہے کون ہے رضوانؔ خدا
کیا کہوں اک شرم دامن گیر ہے

الکبیر

دم کی تحقیق کرو صاحبِ ایمان بنو
نسلِ آدم ہے تو کچھ دم کے نگہبان بنو

بھول کر اپنی خودی کو نہ یوں انجان بنو
ہو مسلماں تو مسلماں کی پہچان بنو

صرف باتوں سے نہیں کام بنے گا اے دوست
صرف بکواس سے حاصل نہیں انسان بنو

یا رکھو عشقِ حقیقی یا رہو عشق سے دور
پکے" کافر بنو یا پکے" مسلمان بنو

حق و باطل کو سمجھنے کی کرو کچھ کوشش
بندۂ عشق بنو صاحبِ عرفان بنو

عشق کرنا ہے تو کہتا ہوں سوز کام کی بات
مذہبِ عشق کو اپناؤ مسلمان بنو

ضبط سے کام لو جذبات کو روکو رضواںؔ
ظرف مومن ہے یہ ہی جان کے انجان بنو

الکبیرہ

نہ کیوں ہو عشق کا سورج گہن میں
ابھی باقی ہے بُوئے حیض تن میں

غضب ہے فیض حاصل ہو تو کیوں ہو
بھری ہے گندگی سارے بدن میں

وہی صورت ہے کیا صورت دکھائیں
کہ اب جانا ہے اُن کی انجمن میں

عمل یوں ہو کریں سجدہ بہاریں
بنائیں آشیانہ جس چمن میں

ہے یہ اللہ والوں کی نشانی
ہمیشہ مست رہتے ہیں مگن میں

عجب ہے کیفیت اس جانِ من کی
بھرا ہے چلبلا پن بھولے پن میں

کبھی ایسے بھی ملے ہیں نسیم عاشق
بکے جاتے ہیں جو آتا ہے مَن میں

نہ سمجھو موت کو کچھ دور رضواںؔ
تلاشی لو ذرا بیٹھی ہے مَن میں

الکبیرُ

جو چُھبے اور نہ نکلے کبھی وہ تیر ہوں میں
ہر کڑی جس کی ہو مضبوط وہ زنجیر ہوں میں

لوحِ محفوظ کہا کرتا ہے جس کو عالم
سچ تو یہ ہے اُسی محفوظ کی تحریر ہوں میں

دیکھو تو کچھ نہیں سوچو تو سب کچھ میں ہوں
خاک کی خاک ہوں اکسیر کی اکسیر ہوں میں

میں مصوّر میں ہوں یا مجھ میں مُصوّر ضم ہے
یا مصوّر ہوں مصوّر کی یا تصویر ہوں میں

تیز تر کیوں نہ ہو رفتارِ تخیّل رضواںؔ
جس پہ نہ آئے نہ کبھی دھار وہ شمشیر ہوں میں

اَلکَبِیۡرُ

اِسی اک سوچ میں شام و سحر اکثر رہا ہوں میں
اگر سب کچھ ہوں میں تو ذکر کس کا کر رہا ہوں میں

نہیں معلوم ہم دونوں میں آخر کون مجرم ہیں
یہ باطن کہہ رہے ہیں وہ بہ ظاہر کر رہا ہوں میں

شرابِ معرفت کا یہ اثر توبہ ارے توبہ
کبھی گویا کبھی گم صُم کبھی ششدر رہا ہوں میں

ترقی ہے میری زاہد جو ادراک سے باہر
اگر پوچھو تنزّل میں خاکستر رہا ہوں میں

میرا مرنا و جینا ان کے حق میں کھیل ہے رضوانؔ
جلاتے جا رہے ہیں وہ خوشی سے مر رہا ہوں میں

اَلْکَبِیْرُ

نہ جانے رات کب گذری نہ جانے دن کدھر گذرا
تصور میں جو اُن کے وقت گذرا بے خبر گذرا

یہ کس نے قلب کا دروازہ میرے کھٹکھٹایا ہے
اچانک حادثہ اک خوبصورت قلب پر گذرا

مقام ایسے بھی اکثر آئے ہیں راہِ محبت میں
کہ میں اکثر حدودِ بندگی کو توڑ کر گذرا

جہاں پر سے فرشتوں کا گذر جانا تھا ناممکن
تعجب ہے باآسانی وہاں پر سے بشر گذرا

کسے معلوم کیا جانے کہ کس کے دل پہ کیا گذری
کہ جو بھی کوچۂ جاناں سے گذرا چشم تر گذرا

زہے قسمت سفر میں تھے وہ میرے ہمسفر رضوانؔ
سفر دو چار دن کا تھا مگر اچھا سفر گذرا

الکبیر

یہ دیر و حرم سے مجھے کچھ کام نہیں ہے
فہرست میں اندھوں کی میرا نام نہیں ہے
کروائی مجھے سیر میرے پیرِ مغاں نے
کہتے ہیں جسے عرش وہ اک گام نہیں ہے

اے زاہد نافہم یہ دھوکہ ہے نظر کا
یہ کس نے کہا جلوۂ حق عام نہیں ہے
ہے عشق کا بندہ تو آ میخانے میں زاہد
اللہ کے بندوں کا یہاں کام نہیں ہے

ناحق کے میرے پیچھے پڑا ہے یہ زمانہ
حالانکہ زمانے سے مجھے کام نہیں ہے
یہ راہِ محبت ہے قدم رکھنا سنبھل کے
اے رہبرو دیکھو یہ رہِ عام نہیں ہے

میں عشق کا بندہ ہوں پرستار خودی ہوں
رضواںؔ کسی مذہب سے مجھے کام نہیں ہے

الکبیرُ

نہ پوچھو ہم محبت میں کہاں تھے اور کہاں پہنچے
پہنچنے کو ترستے ہیں فرشتے ہم جہاں پہنچے

جو پہنچے بھی تو ایسے وقت پر وہ مہرباں پہنچے
ادھر ہے نزاع کا عالم وہ لینے امتحاں پہنچے

تڑپ اے دل تڑپنے میں ذرا یہ رنگ پیدا کر
تڑپتا ہے تو جس کے واسطے وہ خود یہاں پہنچے

مقامِ دوستی سے دوستی دم توڑتی نکلی
عیادت کو مری جس وقت میرے دشمناں پہنچے

یہ سب کچھ تیری آہوں کا اثر معلوم ہوتا ہے
کہ وہ بن کر مسیحائے مریضِ ناتواں پہنچے

نہ پہنچے وہ گماں تھا جن کو منزل پر پہنچنے کا
پہنچنے کا نہ تھا جن کو گماں وہ بے گماں پہنچے

ہم اپنی ہی محبت کے سنتے ہیں تذکرے رضواںؔ
دیارِ عشق میں ہم جس طرف گذرے جہاں پہنچے

الکبیر

بُرا ہے بد ہے سب کچھ ہے مگر معلوم ہوتا ہے
خلاصہ گنجِ مخفی کا بشر معلوم ہوتا ہے

قسم اللہ کی چشمِ باطن کھول کر دیکھا
رگ و پَے میں میرے رب کا گذر معلوم ہوتا ہے

بنا دوں تجھ کو میں پھر سے مسلماں آ ادھر زاہد
مجھے مردار تیرا دل جگر معلوم ہوتا ہے

کلید عشق سے کھولا دریچے جب میں عرفاں کے
ہر اک ذرّا قمر قطرہ گہر معلوم ہوتا ہے

قدمبوسی کو ان کے جب میں سجدہ ریز ہوتا ہوں
نظام دو جہاں زیر و زبر معلوم ہوتا ہے

یہ توہینِ عبادت میں گوارا کر نہیں سکتا
بنا تحقیق سجدہ جس میں شر معلوم ہوتا ہے

میں اب ایسے خدا سے خاک کیا نسبت رکھوں رضواںؔ
خدائی سے جو اپنی بے خبر معلوم ہوتا ہے

اَلْکَبِیْرُ

ہمارا ساتھ دیگی سانس کب تک
فنا ہونے کی شئے پر آس کب تک

نکل یہ قید و بند کے زاویوں سے
گرفتارِ حدِ انفاس کب تک

جو تجھ میں اصلیت ہے ڈھونڈھ اس کو
ارے نادان پاسِ انفاس کب تک

خودی کو بیچ کر ہو جا تونگر
خودی کی آڑ میں افلاس کب تک

ہے جس کی شئے اسی کے کر حوالے
امانت کس کی تیرے پاس کب تک

بنا کب تک رہوں حیوانِ ناطق
چروں اذکار کی میں گھاس کب تک

خدا بندہ ہے یا بندہ خدا ہے
حقیقت کو سمجھ وسواس کب تک

سنایا اُن کو جب میں ذکر اُن کا
کہے جھنجلا کے یہ بکواس کب تک

کہاں تک کُفر کے فتوے ملیں گے
میرے پیچھے عوام الناس کب تک

محبّت غیر کی ہے شرک رضواںؔ
محبّت آئے گی یہ راس کب تک

الکبیر

شمعِ عزم اگرچہ کہ فروزاں ہو جائے
پھر تو ہر گام کٹھن راہ بھی آساں ہو جائے
گھر کا ہر ذرہ میرے شمعِ شبستاں ہو جائے
وہ جو مثلِ مہہ نو گر میرا مہمان ہو جائے

ایک سجدہ بھی اگر قابلِ احسان ہو جائے
پانی پانی ابھی سنگ درِ جاناں ہو جائے
اُن کے حسن کی تعریف بیاں کیا کیجیے
دیکھ لے گر کوئی کافر تو مسلماں ہو جائے

میرے اس چاکِ گریباں پہ ہنسنے والے
دیکھ تیرا نہ کہیں چاک گریباں ہو جائے
سِی تو لوں گا میں سرِ بزم لبوں کو لیکن
کیا کروں راز جو چہرے سے نمایاں ہو جائے

اس قدر عزم میرا طوفان شکن ہے رضواںؔ
دیکھ کر جس کو حوادث بھی پشیماں ہو جائے

اَلکَبِیۡرُ

عشق میں میرے اسے خود مجھ میں چھپ جانا پڑا
لاج رکھنے عشق کی ہر راز بتلانا پڑا

کس طرح وہ چھوڑتا مجھکو اکیلا عشق میں
عرش سے اللہ کو نیچے اُتر آنا پڑا

جان سے پیارا ہے رکھا ہوں چھپا کر جان میں
جانِ جاں ہے اس کی خاطر جان سے جانا پڑا

ہے تعجب کے تلاش حق بڑی آسان رہی
پر خودی کی جستجو میں ٹھوکریں کھانا پڑا

کافر و مشرک مسلمان پارسا بدکار و بُد
مجھکو تیرے عشق میں کیا کیا نہ کہلانا پڑا

حق کی خاطر راہِ حق میں بن کے میں عاجز رہا
جب نہ سمجھے تو زلالت پہ اتر آنا پڑا

جب تلک ایمان تھا رضواںؔ تو تھی شور و پکار
جب گیا ایمان تو خاموش ہو جانا پڑا

الکبیر

خدا سے جب نہ گھبرائی زبانِ ناتواں میری
تو پھر بندے کے آگے بند کیا ہوگی زباں میری

حقیقت میں جو پوچھو تو میں خود رازِ حقیقت ہوں
حقیقت خاک کیا سمجھیں گے اب اہلِ جہاں میری

میں وہ بت ہوں کہ ہر بت میں جھلک اپنی ہی پاتا ہوں
بتوں کا مجموعہ میں ہوں ہے تصویر بتاں میری

وہ کافر ہوں کہ کفر و شرک کے پیمانے پیتا ہوں
طبیعت کا فرانہ ہے عجب ہے داستاں میری

قسم منزل کی منزل ایک دن آئے خود مجھ تک
حقیقت کی قسم ہوگی حقیقت جب عیاں میری

وہ بادہ نوش ہوں پیرِ مغاں کو ساتھ رکھتا ہوں
رکھے گا بے خودی کی لاج خود پیرِ مغاں میری

میری خاموشیوں میں اک انوکھا راز ہے رضواںؔ
رہیں گی چھا کے اک دن خود ہی یہ خاموشیاں میری

الکبیر

خدا کے ذکر سے سچ ہے کہ خوش خدا نہ ہوا
خلوص دل کا تقاضہ تھا ورنہ کیا نہ ہوا

حدیث دیر و حرم نے بہت دیئے دھوکے
خدا کا شکر ہے کہ دل اس میں مبتلا نہ ہوا

صحیفۂ حرم و دیر بھی اُلٹ دیکھا
دریچہ رازِ نہانی کا اک بھی وا نہ ہوا

تلاش یار میں چھانی ہے خاک دنیا کی
سکونِ قلب خدا کی قسم ذرا نہ ہوا

وہ بندگی کبھی تکمیلِ بندگی نہ ہوئی
حضورِ قلب سے سجدہ اگر ادا نہ ہوا

جھکا رہا ہوں میں سر اُس مقام پر رضواںؔ
سرِ تعین جہاں خم کبھی ذرا نہ ہوا

الکبیر

کاغذ صفات کا تو قلم لیکے ذات کا
نقشہ بنا رہا ہوں حیات و ممات کا

احمد کا میم رحم میں پہونچا بنا وجود
یعنی کے اک معمہ ہوا شش لنکات کا

یہ غم یہ تنگ راہ یہ تاریکیاں یہ خوف
طے کر رہا ہوں راستہ اک پلصراط کا

مجھ سا نہیں ہے ایک بھی تجھ سا ہر ایک ہے
میں کیا ہوں تو ہے آئینۂ ذات و صفات کا

ہر گام پر نقوش عمل میٹ میٹ کر
نقشہ بدل رہا ہوں نظام حیات کا

گر دیکھنا ہی ہے تجھے خود میں جمال یار
پردہ اٹھا کے دیکھ ذرا لفیات کا

رضواںؔ دیارِ عشق میں مذہب کا کیا سوال
قائل نہیں ہے عشق کبھی ذات پات کا

الکبیر

خدا ہے عرش پر ایسا نہیں ہے
سمجھ لے عرش کو غافل یہ یہیں ہے

ہے تو خود مجموعہ چودہ طبق کا
مکاں ہے لامکاں تو ہے مکیں ہے

نہیں ہے گر یقیں، تو کچھ نہیں تو
ہے سب کچھ تو اگر کامل یقیں ہے

سنا ہے رأیت ربی بربی
یہ ہی ہے راز باقی کچھ نہیں ہے

عجب بھید ہے ہیں شعبدے اس کے
وہ رہ کر بھی نظر آتا نہیں ہے

پتہ پہلے لگا لو ہم کہاں ہیں
سنا تو ہے وہ شہہ رگ سے قریں ہے

مرے ایمان کی معراج دیکھو
بنا دیکھے فدائے دم نشیں ہے

سمجھ میں راز یوں ہی آئے رضواں
یہ کوئی کھیل بچوں کا نہیں ہے

الکبیرُ

بندگی وہ جو غلط کی جائیگی
حشر کے دن منہ پہ پھینکی جائیگی

ان کے ہوتے ہم جہنم میں جلیں
ان سے یہ حالت نہ دیکھی جائے گی

ہے شرابِ معرفت میٹھی بہت
کیا پچیگی جب نہ یہ پی جائیگی

سب حق ہی حق ہے تو پھر غیر کون
لا سے پھر کس کی نفی کی جائیگی

ہے ہر اک رنگ اسی بے رنگ کی
اصلیت اب کیسے پرکھی جائے گی

پاک ظاہر ہے تو رضواں کیا ہوا
کیا خبر ہے جان کیسی جائیگی

اَلکَبِیرُ

شکل انسان میں دلدادہ ہے ایسا کیسا
کیا مقید بھی کہیں یار ہے ایسا کیسا
ذکر وہ جس کے ہی اقرار سے مومن کہلائے
اس میں کیوں پہلے ہی انکار ہے ایسا کیسا
راز وہ کیا ہے کہ ایمان ہو جس سے کامل
کیوں وہ ناقابلِ اظہار ہے ایسا کیسا
عبد و رب کون ہیں آدم محمدؐ کیا ہیں
صاف کہتے نہیں کیوں عار ہے ایسا کیسا
اپنی تصویر اگر ان سے ہے ملتی جلتی
پھر یہ کیوں خواہش دیدار ہے ایسا کیسا
مظہر حق ہے اگر حضرت انساں رضواں
کیوں انا کہنے سے انکار ہے ایسا کیسا

الکبیر

مت کر عبث ذکر خدا خود کو سمجھ حق کو سمجھ
ڈر ہے نہ ہو جائے خطا خود کو سمجھ حق کو سمجھ

عقل خرد سے کام لے ہمدم کا دم سے نام لے
ہمدم کا دم ہے راستہ خود کو سمجھ حق کو سمجھ

جب تو نہ تھا حق تھا عیاں اب حق نہاں ہے تو عیاں
تو خود بنا ہے حق نما خود کو سمجھ حق کو سمجھ

پڑھ دیکھ لے پہلا سبق تجھ میں ہیں خود چودہ طبق
پھرتا ہے کیوں بھٹکا ہوا خود کو سمجھ حق کو سمجھ

ظاہر بھی تو باطن بھی تو حاضر بھی تو ناظر بھی تو
تو ابتداء تو انتہا خود کو سمجھ حق کو سمجھ

کس راز کی ہے جستجو تو خود سراپا راز ہے
بندہ ہوا تو کیا ہوا خود کو سمجھ حق کو سمجھ

یہ عبد و رب کا ماجرا ایک روز سب کھل جائیگا
یہ شرط ہے رمنواں ذرا خود کو سمجھ حق کو سمجھ

الکبیر

خدا کہتے ہیں کس کو کیا بلا ہے ہم نہیں سمجھے
وہ کیا ہے کدھر ہے کس جگہ ہے ہم نہیں سمجھے

نفس کیا چیز ہے تحقیق جس کی فرض ہے ہم پر
ذرا سمجھاؤ صاحب نفس کیا ہے ہم نہیں سمجھے

ہوئی تعمیر کب اس کی مقیّد ہے کہ مطلق ہے
خدا کی طرح یہ بھی کیا بلا ہے ہم نہیں سمجھے

کیا کرتا ہے سجدہ میرا ظاہر، میرے باطن کو
اب اس سے ہٹ کر سجدہ کب اور ہے ہم نہیں سمجھے

بنا دیکھے شہادت کیا یہی انصاف ہے زاہد
شہادت کون کس کی دے رہا ہے ہم نہیں سمجھے

خدا ہے نام باطن کا محمدؐ نام ظاہر کا
فقط سنتے ہیں لیکن راز کیا ہے ہم نہیں سمجھے

وہ ظاہر ہے تو کیا ہے وہ باطن ہے تو جانے دو
وہ کس کا روپ لیکر رونما ہے ہم نہیں سمجھے

خدا کو خود میں سمجھیں یا جدا سمجھیں کہو رضواں
کہ ہم میں اس میں کتنا فاصلہ ہے ہم نہیں سمجھیں

الکبیر

سر میں سرّ ہے سرّ کو پانا چاہیئے
پائے ساقی پر جھکانا چاہیئے

عشق کہتے ہیں اسی کو عشق میں
اپنے خود کو بھول جانا چاہیئے

زاہدوں کے واسطے دیر و حرم
میکشوں کو بادۂ خانہ چاہیئے

پی کے محشر تک نہ آؤں ہوش میں
ساقیا ایسی پلانا چاہیئے

وہ تو مل جائیں گے پل بھر میں مگر
خود سے ملنے اک زمانہ چاہیئے

عشق کے میدان میں رضواںؔ میاں
اک مزاجِ عاشقانہ چاہیئے

الکبیر

میں جا کر کس سے پوچھوں میرا دلبر ہے تو کیسا ہے
کوئی کہتا ہے ایسا ہے کوئی کہتا ہے ویسا ہے

جو پوچھا میں نے قرآں سے خدا ہے کس کی صورت میں
کہا رو رو کے اے ناداں تو جیسا ہے وہ ویسا ہے

جو پوچھا مالک و اعبدال سے کس روپ میں ہے وہ
کہے ہنس کر تو جیسا بھی سمجھتا ہے وہ ویسا ہے

جب اس کا روپ و نقشہ اک فقیرِ عشق سے پوچھا
کہا جو آ نہیں سکتا سمجھ میں روپ ایسا ہے

خرد چکرائی دل تھرّا گیا اب کیا تصوّر ہو
ندا آئی حقیقت میں نہ ویسا ہے نہ ایسا ہے

نشاں بے نشاں ہے وہ مکان لامکاں ہے وہ
کوئی کیسے کہے کیسا نہیں ہے اور کیسا ہے

تغیّر ہی نہیں رضواںؔ اسے ہے ایک حالت پر
ازل سے آج تک وہ بے نشاں جیسے کا ویسا ہے

الکبیرُ

خود میں ہے شانِ احدیت کردگار دیکھ
اپنی خودی میں صنعت پروردگار دیکھ

تو خود ہی شانِ منبع ذات وصفات ہے
خود کی نفی میں جلوۂ اثبات یار دیکھ

تو خود کتابِ عشق ہے کر لے مطالعہ
قرآں ہے خود ہی خود کو ذرا بار بار دیکھ

دیکھا ہے ان کے نام سے ان کو پکار کر
اک بار اپنے نام سے ان کو پکار دیکھ

کس کی نماز کس کی عبادت یہ کیا عشق
عقل و خرد سے برقعہ دوئی کا اتار دیکھ

دوڑا رہا ہے تیرِ ہوس دور دور کیوں
غافل بہت قریب ہے تجھ سے شکار دیکھ

رضواں نہ پوچھ کون ہے رحمت کا مستحق
کس پر نہیں ہے رحمتِ پروردگار دیکھ

الکبیر

قائل نہیں ہے دل میرا ذکر للسان کا
چسکا کچھ ایسا لگ گیا روحی زبان کا

صد شکر بک چکا ہوں کسی بت کے ہاتھ پر
کروالیا ہوں بیمہ محبت میں جان کا

واعظ میں اور مجھ میں یہ ہی ایک فرق ہے
حافظ ہے وہ قرآں کا میں اُمّ القرآن کا

نسبت کا تار باندھا ہوں زندہ وجود سے
ممکن نہیں کہ خوف ہو محشر کی آن کا

جب تک ہے جان جان میں جاناں کو جان لے
کر فکر کیا بھروسہ ہے نادان جان کا

ہر ایک کی سمجھ ہے تخیل کا پھیر ہے
کیسے نشاں بتائے کوئی بے نشان کا

یہ میری خاموشی یہ زمانے کی تہمتیں
رضواںؔ یہی ہے وقت تیرے امتحان کا

الکبیر

میرے دل میں خیال ہے میرا
قابلِ غور حال ہے میرا

اُس کا ملنا تو ہے بہت آساں
مجھکو مِلنا محال ہے میرا

رفتہ رفتہ خودی خدا نہ بنے
ہاں کچھ ایسا خیال ہے میرا

ہر نفس بخش دے رہا ہے مجھے
یار کیا باکمال ہے میرا

شمعِ عشق کا ہوں گرویدہ
اک پتنگے کا حال ہے میرا

اس کو پانا کوئی کمال نہیں
خود کو پانا کمال ہے میرا

انتہا میں میں کیا نہ کر بیٹھوں
ابتداء میں یہ حال ہے میرا

ہم بھی دیکھیں گے ایک دن رضواںؔ
مجھ سے کِس دن وصال ہے میرا

الکبیر

لو آج نیٔے عشق کا اظہار ہوا ہے
خود عشق میں میرے وہ گرفتار ہوا ہے

تخلیق میری کیوں ہوئی سن اے دلِ مُضطر
خود ہی وہ میرا طالبِ دیدار ہوا ہے

جب اُس کے بنا حکم کے پتہ نہیں ہلتا
پھر بندہ یہ کس طرح گنہگار ہوا ہے

میں ہاتھ پر ان کے بکا اور ان کو خریدا
بازارِ محبت میں یہ بیوپار ہوا ہے

یہ عشق کی منزل کے مقامات ہیں لیکن
بندہ مجھے بننے سے کب انکار ہوا ہے

دریائے تجسس میں جو ڈوبا تو یہ سمجھا
خود میری تجسس میں وہ دوچار ہوا ہے

یہ راز کی باتیں ہیں رکھو راز میں رضوانؔ
کیا راز کا ناداں کہیں اظہار ہوا ہے

الکبیر

شب فرقت مجھے ان کا خیال آئے ہزار آئے
زباں پر نام آئے اور آنکھوں میں خمار آئے

فدا ہونے پتنگے شمع پر جب بار بار آئے
دل مضطر کو پھر یارب بھلا کیسے قرار آئے

تصوّر میں میرے وہ اِسطرح زلفیں سنوار آئے
کہ جیسے گلشنِ ہستی میں پھر سے بہار آئے

رہِ الفت میں اے جوشِ جنوں یہ رنگ پیدا کر
کہ آنکھوں میں میری ہر گام ہر تصویرِ یار آئے

نہ ہو گلشن میں جب کہ آشیانہ عندلیبوں کا
اگر آئے تو پھر کس کے لیئے دورِ بہار آئے

تمہارا ہی چلا آنا بہارِ زندگی ٹھہری
کہ یوں تو سینکڑوں موسم بہت ہی خوشگوار آئے

چلا جب وحشت جوش جنوں میں جانبِ صحرا،
تو استقبال کو ہر ہر قدم پر میرے خار آئے

گئے تھے ان کی محفل میں کہ ہو گا کچھ سکوں دل کو
جب آئے ان کی محفل سے بہت ہی بے قرار آئے

کھلی جب آنکھ محشر میں تو یوں محسوس ہوا ضوآںؔ
کہ ہم دنیا میں گویا زندگی پل بھر گذار آئے

اَلْکَبِیْرُ

یار نے اک نگاہ کیا ڈالی
آگ دِل میں میرے لگا ڈالی

ایسے ساقی پہ کیا نثار کروں
جس نے آنکھوں سے مئے پلا ڈالی

نور کا ایک شجر ہے یہ دنیا
جس کی ہر شے ہے خوشنما ڈالی

اس نے ہر راز اپنا بتلا کر
مُہر لب پر میرے لگا ڈالی

میرے سر پر ہے یار کا احسان
جس نے بگڑی میری بنا ڈالی

یار کی اک نگاہ نے رضوانؔ
آج بے خود مجھے بنا ڈالی

الکبیرہ

حدودِ دیر و کعبہ میں اگر رہتا تو کیا ملتا
نہ منزل کا نشاں ملتا نہ سیدھا راستہ ملتا

نہیں ملتا اگر پیرِ مغاں کا در مقدّر سے
نہ ہرگز عمر بھر ایسا عبادت میں مزا ملتا

پتہ رب کا جو پوچھا میں نے زاہد سے تو فرمایا
پتہ اس کا اگر ملتا میں اُس سے روز جا ملتا

نہ جاتا دیر و کعبہ میں نہ کرتا جستجو رب کی
مقدر سے اگر انسان کو خود کا پتہ ملتا

کبھی ایسا بھی ہو جاتا محبّت میں تو کیا ہوتا
کبھی ہم اُس سے جا ملتے کبھی وہ ہم سے آ ملتا

درِ محمدؐ سے نسبت ہے یہی تو خوش نصیبی ہے
وگرنہ سر چھپانے حشر میں کب آسرا ملتا

حرم کو چھوڑ آئے میکدے میں شکر ہے رضواںؔ
اگر رہتے وہیں مایوسیوں کے اور کیا ملتا

الکبیر

مجھے یاد جو تیری بار بار آئی ہے
نظرِ خزاں مجھے مثلِ بہار آئی ہے

خزاں کو دوش پہ لے کر بہار آئی ہے
اجلِ حیات پہ ہو کر سوار آئی ہے

یہ کیا غضب ہے کہ افسردہ دیکھ کر مجھ کو
ہنسی زمانے کو بے اختیار آئی ہے

اچھلتی کودتی اٹھلاتی اُن کے کوچہ سے
صباء جو آئی ہے مستانہ وار آئی ہے

اجل تو ٹھہر ذرا ان کو دیکھ لوں جی بھر
ابھی تو سامنے تصویرِ یار آئی ہے

یہ کس خیال میں دامن کے ہو گئے پرزے
یہ کس کی یاد مجھے بار بار آئی ہے

ادا سے ناز سے جس دم وہ پہونچے محفل میں
ہوا یہ کہ شور کہ فصلِ بہار آئی ہے

نہ ہوش ہے نہ خیالِ خودی نہ فکرِ جہاں
یہ نیند کیسی اے پروردگار آئی ہے

ہنسی جس پہ بھی ہے چشمِ نم بھی ہے رضواں
خوشی جو آئی ہے ناپائیدار آئی ہے

الکبیر

جب تک نہ رکھا طاق میں شرم و حیا کو میں
حل کر سکا نہ مسئلہ قالو بلا کو میں

بتلاؤں کیسے شعبدہ لا الٰہ کو میں
پتھر نہیں جو لا کے دکھا دوں خدا کو میں

نابود و بود مقصود مشہود اور شہود
کیا کیا سمجھ رہا ہوں قسم لا کی لا کو میں

اب ہے ارادہ خود کی پرستش کیا کروں
ممکن ہے پاؤں اپنی خودی میں خدا کو میں

کی بندگی نہ ہو سکی تکمیل بندگی
محشر میں کیا دکھاؤں گا صورت خدا کو میں

کس کی نفی کہاں کی نفی کیا امتیاز
پایا ہوں لا الٰا کے بطن میں اِلّا کو میں

زاہد زباں نہ کھول تجھے علم ہی نہیں
کس ڈھنگ سے منانے لگا ہوں خدا کو میں

رضواں نہ کیوں کھلے گا درِ مقصد مراد
تھاما ہوا ہوں دامنِ صبر و رضا کو میں

اَلْکَبِیْرُ

یہ حالت ہے میرے دیوانے پن کی
اڑا دیں دھجیاں سب پیرہن کی

کہیں جلوہ دکھانے سے وہ پہلے
خبر لو پہلے اپنے جان و من کی

چمن میں آج ہر اک گل ہے خنداں
کہ آمد ہے یہاں کِس گُلبدن کی

زباں میں تاب ہی اتنی کہاں ہے
جو ہو تعریف اُن کے بانکپن کی

تم ہی ہو زینت محفل تم ہی ہو
کہ تم ہی شمع ہو اِس انجمن کی

جب ان کی یاد آ جاتی ہے رضواںؔ
عجب ہی کیفیت ہوتی ہے مَن کی

الکبیر

سرِ محشر جواں کا اور میرا سامنا ہوگا
تو پھر اک حشر کے میداں میں محشر بپا ہوگا

مجھے معلوم ہے میری زباں کھلنے سے کیا ہوگا
بپا ہوگا انا کا شور سر تن سے جدا ہوگا

جبیں میری تھکے یا تیرا سنگِ در ہی گھس جائے
جھکا یا ہوں میں سر یہ سوچ کر دیکھو تو کیا ہوگا

نگاہِ عاشقِ خوددار کو دنیا سے کیا مطلب
شہنشاہ بھی اگر ہوگا تو وہ اپنی جگہ ہوگا

اس کوشش میں ہوں آخر میں کس بندے سے جا پوچھوں
کہ کتنا عبد و رب کے درمیاں میں فاصلہ ہوگا

خدا ہو کر رہیں گے خود وہی اک روز دنیا میں
کہ جن کا مشغلہ ہر اک گھڑی ذکرِ خدا ہوگا

یہ کہکر اس نے میری سب خطائیں بخش دیں رضواں
میرا بندہ ہے رحمت کے بھروسہ کر لیا ہوگا

الکبیر

ہر گھڑی یار تصوّر میں بسا رہتا ہے
میں جدا اس سے نہ وہ مجھ سے جدا رہتا ہے

یہ کرشمہ ہے کسی شعلہ نوا کا شاید
شعلۂ عشق جو سینے میں لگا رہتا ہے

شاملِ بندگی ہر ایک ادا ہے اس کی
جس کا دِل نورِ محمد سے سجا رہتا ہے

میری بے لوث پرستش کا نہ پوچھو عالم
دِل ہمیشہ میرا سجدے میں جھکا رہتا ہے

اس طرح یار کو میں دِل سے لگا رکھا ہوں
جس طرح جام صراحی سے لگا رہتا ہے

آگ الفت کی میرے دِل میں لگانے والے
ذکر تیرا ہی لبِ جاں پہ صدا رہتا ہے

شمعِ عشق بھڑک اٹھتی ہے جس دم دل میں
سلسلہ عرش سے آہوں کا لگا رہتا ہے

دِل کا پیمانہ مئے عشق سے لبریز ہے آج
نذر ساقی ہے جو نظروں میں سما رہتا ہے

یہ کسی مست نگاہوں کا اثر ہے رضوانؔ
دل جو اس طرح سے مستانہ بنا رہتا ہے

الکبیرؔ

نور ہے ظلمت میں اور ظلمت میں دیکھو نور ہے
عقل بے چاری سمجھنے سے مگر مجبور ہے

عرش پر ہے یا کہ دِل میں یا ہے شہہ رگ سے قریب
بول اے زاہد خدا بندے سے کتنی دور ہے

حق کہا جو من عرف کے راز سے واقف نہیں
بندگی کے لطف سے وہ شخص کوسوں دور ہے

مردہ دِل بے جان روح بے سوز عشق سجدے میں سر
بندگی کرنے کا کیا زاہد یہی دستور ہے

کفر ٹوٹا عشق جاگا جان آئی جان میں
جب سے پائے یار پر خم یہ سرِ مغرور ہے

سب کو رب کی جستجو ہے مجھ کو ہے اپنی تلاش
دیکھنا یہ ہے کہ اب قسمت کو کیا منظور ہے

حضرت رضواںؔ کا کیا کہنا وہ ہے ہر رنگ میں
عشق کا بندہ ہے یہ مستی میں ہر دم چور ہے

الکبیرُ

مسلماں کی طرح بوسیدہ کب ایمان رکھتا ہوں
میں مومن ہوں خودی کی اپنی میں پہچان رکھتا ہوں
تو زاہد وقت پر کرلیتا ہوگا وِرد قرآن کا
میں ہر دم دل میں ذکرِ جامعۂ قرآن رکھتا ہوں
اگر اک بات بھی ہٹ کر کہوں حق سے تو کافر ہوں
رسول اللہؐ کا پیشِ نظر فرمان رکھتا ہوں
الجھنے والو مجھ سے سوچ لو پہلے الجھنے سے
میں بندہ کُفر کا ہوں شرک پر ایمان رکھتا ہوں
یوں کچے گولیوں سے کھیلنا مجھ کو نہیں آتا
چباتا ہوں چنے فولاد کے وہ جان رکھتا ہوں
میں اک دن ذبح کر کے چھوڑوں گا مردار روحوں کو
میں وہ ہتھیار رکھتا ہوں میں وہ سامان رکھتا ہوں
مجھے رضوانؔ نہ کیوں ناز اپنی میزبانی پر
صفات و ذات کو میں اپنے گھر مہمان رکھتا ہوں

الکبیرُ

کچھ اس ادا سے چمن میں بہار آجائے
کہ اہلِ دید کو کانٹوں پہ پیار آجائے

کہیں غروب نہ ہو انتظار کا سورج
کہیں نہ شام سرِ رہگزار آجائے

اگر میں چھیڑ دوں گلشن میں آج نغمۂ غم
تو آج وجد میں یہ لالہ زار آجائے

یہ ہی میری تمنا یہ ہی ہے میری خوشی
میرے چمن میں وہ بن کر بہار آجائے

بصدِ خلوص جھکا دوں میں سر وہیں اپنا
جہاں بھی نقشِ کفِ پائے یار آجائے

برائے نام ہی کرلینا یاد بعد میرے
تڑپتی روح کو شاید قرار آجائے

اٹھائے کاش جو جامِ غزل میرا رضواںؔ
وہ مست ہو جائے اس کو خمار آجائے

الکبیر

اگر بتا دوں مقامِ خدا خدا کی قسم
تو ہو گا آج محشر بپا خدا کی قسم

کریں گے قتل مجھے یا کریں گے شہر بدر
جو ہو زباں سے حقیقت ادا خدا کی قسم

غلامِ ساکنِ کعبہ ہوں کیوں نہ فخر کروں
ملا ہے دامنِ مردِ خدا خدا کی قسم

جو آئے بھولے سے رندوں کی بزم میں زاہد
ہے وہ از سرِ نو پارسا خدا کی قسم

قسم خدا کی اگر میکدے کا ذکر کروں
کرے خدائی نچھاور خدا خدا کی قسم

نفی کے پردے میں اثبات کا ہے راز و نیاز
عجب ہے فلسفۂ لا اِلاَ خدا کی قسم

بس اتنی بات پہ دنیا خفا ہوئی رضواںؔ
جو میں نے کہہ دیا میں ہوں خدا خدا کی قسم

الکبیرُ

میں تمہیں دیکھنے کو تڑپتا رہا تم ہی پردہ کیئے ہو تو میں کیا کروں
دیدِ بن بندگی جب کہ جائز نہیں سوچتا ہوں تمہیں کیسے سجدہ کروں

تم بظاہر اگر ہو تو کس رنگ میں تم بہ باطن اگر ہو تو کس روپ میں
دونوں باتیں سمجھنے سے قاصر ہوں میں جانِ من تم ہی کہدو کہ میں کیا کروں

پہلے تم مجھکو بندہ بنائے ہی کیوں گر بنائے تو خود کو چھپائے ہی کیوں
عشق کہتے نہیں اسکو آجانِ من عشق یہ ہے کہ میں تم کو دیکھا کروں

تم مجھے اپنا بندہ کہو نہ کہو میرا ایمان ہے میرے مولیٰ ہو تم
اب رہا یہ کہ بخشش الگ چیز ہے تم بھی پردہ کرو میں بھی پردہ کروں

تیری وحدت و کثرت کا یہ فلسفہ یہ تیری شان اور یہ تیرا شعبدہ
پوچھتا ہے ہر اک ماجرا ہے یہ کیا سوچتا ہوں کہ کیا خلاصہ کروں

جی میں آتا ہے محشر اٹھا کے رہوں آسماں کو زمیں سے ملا کے رہوں
حد سے بڑھنے لگے عشق کے ولولے ہائے رضواں کروں بھی تو میں کیا کروں

الکبیر

حق سے نکاح باندھ کے چھوڑا دوئی کو میں
طلاق دینے والا ہوں اب بندگی کو میں

اللہ کہنا شرک، نہ کہنا بھی کفر ہے
دیکھا جو چھان چھان کہ سرِ خفی کو میں

راہِ طلب میں یوں بھی ہوا ہے کبھی کبھی
دِل آگیا کسی پہ جو دیکھا کسی کو میں

باقی رہے نہ بانس بجے اور نہ بانسری
ٹکرانا چاہتا ہوں نفی سے نفی کو میں

کیوں چھیڑتے ہو خیرہ و شرہ ہی کا راز
پہچانتا ہوں سرِ خفی الخفی کو میں

کہدو یہ بندگی سے کرے میری بندگی
تحلیل کر رہا ہوں خدا میں خودی کو میں

رضواںؔ طلب تمہاری طلب ہی عجیب ہے
یعنی اُسی سے مانگ رہا ہوں اُسی کو میں

الکبیر

مقامِ حضرتِ انساں بہت بالا و برتر ہے
سمجھ لو گے تو گوہر ہے نہ سمجھو گے تو پتھر ہے

حقیقت میں جو ہے انساں وہی تو حق کا مظہر ہے
جو انساں ہی نہیں وہ جانور ہے اس سے بدتر ہے

کہاں ہندو کہاں مسلم سمجھ کا پھیر ہے غافل
کہ ہر اک شخص میں موجود رب ہے ذاتِ اطہر ہے

مٹا تا جا رہا ہوں امتیازِ مذہب و ملّت
میرا مذہب ہے لامذہب نہ پوچھو کیوں ہے کیونکر ہے

خدا چاہتا ہے جس کو رازِ دل میں ڈال دیتا ہے
شکایت کیا کسی سے اپنا اپنا یہ مقدر ہے

حقیقت برزخِ آدم ہے رضوؔاں عالمِ صغریٰ
جو اندر ہے وہ باہر ہے جو باہر ہے وہ اندر ہے

الکبیر

پھر رہی ہے آنکھوں میں تصویر یار
آج ویرانے میں آئی ہے بہار

کہہ رہا ہوں میں گناہ بے شمار
آسرا کر ائے رحمتِ پروردگار

دھوم ہے کہ آج ہے دیدارِ یار
ہوشیار اے حضرتِ دل ہوشیار

گردشِ قسمت کا ہوں میں بھی شکار
السلام ائے گردش لیل ونہار

چومتی ہیں منزلیں جھکا کر قدم
عزم جب کر لیتا ہوں میں اُستوار

ان سے ملنے کا وعدہ ہے حشر میں
حضرتِ دل ہے ابھی سے بے قرار

واہ واہ کیا ہے مقامِ عشق بھی
چین دن کو ہے نہ شب کو ہے قرار

موت ہے رضواں حیاتِ جاویداں
زندگی ہے ہستی ناپائیدار

اَلکَبِیرُ

صباء آئی جو کوئے یار سے تو بے قرار آئی
خدا کا شکر ہے کہ لے کے کچھ پیغامِ یار آئی

نگاہوں کو میری جیسے ہی اک تصویرِ یار آئی
کہا دِل نے تڑپ کر آج گلشن میں بہار آئی

میرے اس سجدہ اخلاص پر کچھ غور کر زاہد
جھکایا سر جہاں میں نے وہیں تصویرِ یار آئی

میں ان سے کہہ رہا تھا داستانِ زندگی اپنی
نہ جانے کیوں زمانہ کو ہنسی بے اختیار آئی

نہ اترا فصلِ گُل پر باغباں یہ چار دن کی ہے
خبر بھی ہے خزاں کو دوش پر لے کر بہار آئی

بہارِ گلشنِ ہستی پہ مت کر ناز اے رضواں
قضا اس ہستی ناکام پر ہو کر سوار آئی

الکبیر

نہ تو میرے غم کا سوال ہے نہ میری خوشی کا سوال ہے
تیرے دم سے ہے میری زندگی دمِ آگہی کا سوال ہے
میرے ساقی اتنی پلا مجھے کبھی میں نہ آسکوں ہوش میں
نہ کہیں ہو توہینِ بندگی، تیری بندگی کا سوال ہے
تو کریم ہے مجھے فخر ہے تو رحیم ہے مجھے ناز ہے
مجھے بخش دے یا نہ بخش دے یہ تیری خوشی کا سوال ہے
تو کہاں ہے کونسے رنگ کے کوئی مجھ سے پوچھے تو کیا کہوں
تیرا راز کیسے میں کھول دوں، تیری دوستی کا سوال ہے
تو قریبِ جاں ہے ضرور ہے جو نہ سمجھے ان کا قصور ہے
تو ہمیشہ پردہ نشیں رہا، یہاں دیدنی کا سوال ہے
وہاں تجھ سے وعدہ کیا مگر یہاں آکے ہو گیا منحرف
میرے مولیٰ مجھکو معاف کر میری کمسنی کا سوال ہے
میرے سر پہ رحم کا تاج رکھ سرِ حشر رضواں کی لاج رکھ
تیرے عشق میں جو تباہ ہوا یہ سوال اسی کا سوال ہے

الکبیر

زبانِ خاص پہ ہر دم جو ذکرِ یار رہے
قسم خدا کی خدا اس پہ خود نثار رہے

خزاں کا دور ہو یا موسم بہار رہے
ہر ایک حال میں ہر دم خیال یار رہے

یہ کہہ کر پیر مغاں نے پلائی آنکھوں سے
یہ وہ شراب ہے جس کا سدا خمار رہے

دوائے غم ہے یہی ایک عاشقوں کے لیئے
نظر کے سامنے ہر وقت شکل یار رہے

نہ دیکھے ہم کبھی جی بھر کے زندگانی کو
کچھ اس طرح سے جو ہم محوِ دید یار رہے

زمانہ چاہے کس حال پر رہے رضواںؔ
رہے یہ یاد کہ ہر دم خیال یار رہے

الکبیر

ہے جہاں مجھ سے خفا تو کیا ہوا
اک بلا چھوٹی چلو اچھا ہوا

کس طرح سوچیں خدا ہے عرش پر
جو بھی سوچیں آج تک الٹا ہوا

کیا خدا جب لائق سجدہ نہ تھا
حضرتِ آدم کو کیوں سجدہ ہوا

میں نہ ہوتا تو نہ ہوتا یہ جہاں
میرے ہونے سے جہاں پیدا ہوا

مرکزِ وحدانیت پہ آ کے دیکھ
رب ہوا کیوں کر ہوا کیسا ہوا

درج ہے مصرعہ جبینِ عرش پر
جو نہ سمجھا خود کو رسواء ہوا

دیکھ لے خود میں جمالِ یار کو
پھر رہا ہے کس لیئے بھٹکا ہوا

دیکھنے میں آرہا ہے آج کل
ہے خدائی کو خدا بھولا ہوا

ہونگی تنقیدیں میرے اشعار پر
میں یہ پہلے ہی سے تھا سمجھا ہوا

کیا گلہ رضواںؔ خطِ تقدیر کا
چھوڑیئے جو کچھ ہوا اچھا ہوا

الکبیر

حرم میں دیر میں کعبہ میں ہے اللہ میاں دیکھو
ذرا اہلِ جہاں کی یہ قیاس آرائیاں دیکھو

خدا جب ہر جگہ ہے تو کہاں جانے سے کیا مطلب
فقط اللہ ہی اللہ ہے جدھر دیکھو جہاں دیکھو

اگر ہے عشق کچھ دل میں تو رکھو کام عبادت سے
تعین وقت کا دیکھو نہ سنگِ آستاں دیکھو

فِی اَنۡفُسِکُمۡ وَاَفَلَا تُبۡصِرُوۡنَ کا لو سبق پھر سے
کرو کچھ غور اپنے آپ میں کہاں ہے نہاں دیکھو

یہاں حق بات کہنا اور نہ کہنا دو کبھی مشکل ہے
زباں رکھتے ہوئے بننا پڑا ہے بے زباں دیکھو

زمانہ ہے بڑا نا اہل سمجھے گا کہاں رضواںؔ
حقیقت پر ذرا تم کھول کر اپنی زباں دیکھو

اَلکَبِیرُ

بندہ ہوں یا بندے کا خدا سوچ رہا ہوں
حیران ہوں میں خود کہ یہ کیا سوچ رہا ہوں

سب لوگ خدا عرش پہ ہے سوچ رہے ہیں
میں عرش کے معنی کو ذرا سوچ رہا ہوں

میں ایک ازل سے تھا خدا آیا کدھر سے
کس منہ سے کروں ذکر خدا سوچ رہا ہوں

منصور انا الحق کو سمجھتا تو نہ کہتا
میں ایسی انا الحق کے سوا سوچ رہا ہوں

سجدہ وہ کرے غیب پہ ایمان ہو جسکا
ظاہر کے لیئے حکم سے ہے کیا سوچ رہا ہوں

ایمان میرا طور کے قصے پہ ہے لیکن
اس وقت کہاں پر تھا خدا سوچ رہا ہوں

اتنا تو پتہ ہے کہ خدا خود میں نہاں ہے
خود کیا ہے خدا کیا ہے ذرا سوچ رہا ہوں

تصویر و مصوّر کو تصوّر میں جما کر
تصویرِ خدا ہوں کہ خدا سوچ رہا ہوں

اَلْآنَ کَمَا کَانَ تو حق بات ہے رضواںؔ
پھر کون ہے اب جلوہ نما سوچ رہا ہوں

اَلکَبِیْرُ

رگ و پے میں جگر میں دل میں ہے تخیلِ غم تیرا
میں وہ بندہ ہوں دم میں دمبدم بھرتا ہوں دم تیرا

میں کیا ہستی میری کیا اور میرے جرم و عصیاں کیا
مگر اس سے بڑھ کر بھی ہے میرے مولا کرم تیرا

کہاں ہے تو کدھر ہے کون ہے کس رنگ میں ہے تو
کہوں کس سے سنے گا کون یہ رازِ اہم تیرا

میری ہستی میں جس دم رقص کرتی ہے تیری مستی
میں ڈرتا ہوں نہ کھل جائے کہیں اس دم بھرم تیرا

تیرا ایمان اے زاہد فقط حدِ حرم تک ہے
کہاں تک ہے برہمن جانتا ہوں میں دھرم تیرا

جو تیرے ہیں کہانی ان کی دنیا سے نرالی ہے
سمجھتے ہیں کرم اور جھیل لیتے ہیں ستم تیرا

مقدر کا گلہ رضواںؔ کرتے تو کیا کرے تجھ سے
زمیں تیری فلک تیرا ہے اور لوح و قلم تیرا

الکبیر

ضبط نالے جو کروں دل پہ گراں ہوتا ہے
قطرۂ خوں میری آنکھوں سے رواں ہوتا ہے
اشک خوں لاکھ بھی روکوں میں اگر اے ہمدم
رازِ دل آپ ہی چہرے سے عیاں ہوتا ہے
وہ جگہ میرے لیئے کعبہ سے کچھ کم تو نہیں
نقش پا یار کا اے دوست جہاں ہوتا ہے
بے خودی کا میری ہوتا ہے عجب ہی عالم
نام جب ان کا میری وردِ زباں ہوتا ہے
کیوں مسرت میں ہے ناشاد میرا دل یارب
کیوں بہاروں میں مجھے خوف خزاں ہوتا ہے
غم نہیں گر نہ کریں وعدہ وفا وہ نہ سہی
کہیں معشوق بھی پابندِ وفا ہوتا ہے
کس طرح دوست کی پہچان کریں ہم رضواںؔ
صورت دوست میں دشمن بھی نہاں ہوتا ہے

اَلکَبِیرُ

جسے ہردم خیال ہیں و تُو ہے
تخیل اس کا اب تک بے وضو ہے

ذرا ایمان کو اپنے غسل دیجیے
عمل میں کچھ ابھی گندی سی بُو ہے

بہ اندازِ دِگر میں بھی ہوں تو بھی
بہ الفاظ دِگر میں ہوں نہ تو ہے

بہ تحریرِ دِگر نظارۂ حق
بہ عنوان دِگر بس ہُو ہی ہُو ہے

یہ نکتہ فِکر کے ہاتف نے بخشا
غلط ہے وہ جو میرے ہُو بہ ہُو ہے

نہ مجھ سا کوئی ہے نہ تجھ سا کوئی
میں ہوں باشکل اور بے شکل تُو ہے

ہوالظاہر کے آئینے میں دیکھو
وہی وہ ہے تو کس کی جستجو ہے

نہیں ہے دو جہاں میں مجھ سا رضوانؔ
کہاں توحید میں میری غلو ہے

الکبیر

شرابِ عشق جو پی کر پچا نہیں سکتے
وہ میکش کا کبھی لطف پا نہیں سکتے

نہ دینا جام کبھی ساقی ایسے رندوں کو
سرور و کیف پہ قابو جو پا نہیں سکتے

میری نگاہ کو عادت ہے دید بازی کی
میری نگاہ سے ہٹ کر وہ جا نہیں سکتے

وہ راہِ حق میں جھکا سکینگے دِل کو کیا اپنے
جو اپنے نفس کا اک سر جھکا نہیں سکتے

پتہ وہ رب کا بتائیں گے خاک کیا زاہد
پتہ خودی کا جو اپنی لگا نہیں سکتے

ہے ہم پہ یار کا احسان اسقدر رضواںؔ
کہ جس کے بوجھ سے ہم سر اٹھا نہیں سکتے

الکبیر

یقیں اس بت پہ میں لایا کہاں سے
ابھی تو وہ نظر آیا کہاں سے

خود اس نے ہی کہا شہہ رگ میں ہوں میں
پتہ شہہ رگ کا بتلایا کہاں سے

ہو الظاہر کا مطلب ہے ادھورا
ہو الباطن کو سمجھایا کہاں سے

تھی ان پر لذّت گندم مسلّط
اُنہیں شیطان بہکایا کہاں سے

میں آخر کس سے پوچھوں غیب کیا ہے
ہوا جو غیب پھر آیا کہاں سے

حقیقت میں ہے عالم ان کا سایہ
بتاؤ تھے وہ بے سایہ کہاں سے

عجب ہی غیب کا نقشہ ہے رضواںؔ
سمجھ میں سب کی یہ آیا کہاں سے

الکبیر

زبانِ بد پہ ان کا نام لانے شرم آتی ہے
مناؤں کس طرح ان کو منانے شرم آتی ہے

سبق مَن تُو شُدم تُو مَن شُدی کا پڑھنے والوں کو
عبادت کے لئے سر کو جھکائے شرم آتی ہے

ہے کیا مفعول فاعل کون ہے اور فعل کیا شئی ہے
یہ سننے شرم آتی ہے، سنانے شرم آتی ہے

میں وہ قطرہ ہوں جس قطرے سے پھوٹے ہیں کئی چشمے
یہ کیا رازِ نہانی ہے بتانے شرم آتی ہے

میں ان کا ہوں وہ میرے ہیں، میں ان میں ہوں وہ مجھ میں ہیں
یہ ہی وحدت ہے اب کثرت میں آنے شرم آتی ہے

جو پوچھا اُن سے کچھ اپنا پتہ تو دیجئے صاحب
کہے ہنس کہ پتہ ہم کو بتانے شرم آتی ہے

پھر اس کے بعد پوچھا کونسے پردے میں رہتے ہو
کہے افسوس وہ پردہ اٹھانے شرم آتی ہے

دعا اور مدعا کا راز جس دم کھل گیا رضواں
دعاؤں کے لئے اب ہاتھ اٹھانے شرم آتی ہے

الکبیرُ

جان بن کر وہ جسان میں آیا
بے نشاں تھا نشان میں آیا

کیسی شہ رگ میں یار پنہاں ہے
نَحنُ اَقرَبُ قرآن میں آیا

لَآ اِلٰہ و رمزِ اِلاّ اللہ
کب کسی کے بیان میں آیا

چار عناصر کی اوڑھ کر چادر
روپ لے کر جہان میں آیا

مجھ میں شہ رگ میں فاصلہ کیا ہے
کیسا نکتہ دھیان میں آیا

میں وہ دم ہوں کہ عرش پر رضواں
آن میں پہنچا آن میں آیا

الکبیر

جان لے اپنی خودی کو جان لے
تان لے تارے نفس کو تان لے
نفسہٗ میں ربّہٗ کو چھان لے
امتیازِ عبد و رب پہچان لے
علمِ ظاہر پر ارے غافل نہ جا
علمِ باطن کا سبق نادان لے
اصلیت کی کھوج ہے تجھ کو اگر
دستِ دم سے ساغرِ عرفان لے
علمِ باطن میں ہے سب راز و نیاز
ہے محمدؐ کا یہی فرمان لے
جان سے جانا ہے غافل ایک دن
جان جانا جان میں ہے جان لے
دمبدم ہمدم کو رضوآںؔ یاد کر
بندگی کا لطف ہر اک آن لے

الکبیرُ

کون ہے بے لگام سانسوں میں
پھر رہا ہے مدام سانسوں میں

ہوں گے اللہ بھی اور محمدؐ بھی
ڈھونڈھ اپنا مقام سانسوں میں

بندگی کو ہے سانس سے نسبت
وقت کا ہے نظام سانسوں میں

دِل جو کہتا ہے سانس کہتی ہے
کیا حقیقت ہے عام سانسوں میں

سانس والا ہی سانس میں ضم ہے
غور کر صبح و شام سانسوں میں

ہاں بجز اپنے کون ہے رضواںؔ
ہم ہی ہم ہیں مدام سانسوں میں

اَلکبیرُ

ہر نفس ان سے ہے ملن اپنا　　مثل اندھوں کے ہے چلن اپنا

کیا غضب ہے کہ مُظہرِ حق ہم　　کتنا پیارا ہے مکر و فن اپنا

اس طرح ہم ہوئے ہیں ہرجائی　　سارا عالم ہے پیرہن اپنا

ذکر کیسا یہ بندشیں کیسی　　صوتِ بے صوت ہے بھجن اپنا

کیسے کیسے یہ روپ دھارا ہے　　پھر بھی بے روپ ہے سجن اپنا

چشمِ بِن ان کو دیکھ لیتے ہیں　　بن قدم کے ہے اب چلن اپنا

ہم تو مشرک نہیں مگر رضواںؔ　　قابلِ کفر ہے سخن اپنا

الکبیر

لپٹ کر میم کا پٹکا کمر سے
خدائی کرنے کو نکلا ہے گھر سے
بجا ہے نفس کی تحقیق لیکن
بتاؤ نفس آیا ہے کدھر سے

اہم ہیں خیر و شر دو فعل میرے
بچاؤں کیسے دامن خیر و شر سے

نگاہیں عقل سے دیکھا ہے ان کو
ہر اک پردہ الٹتا ہوں نظر سے

وہ شہہ رگ میں ہے یا شہہ رگ سے باہر
پتہ پوچھو کسی اک باخبر سے

حقیقت کھل گئی انت آنا کی
وجودِ عبد سے شانِ بشر سے

نمود جلوۂ جاناں ہے رضواںؔ
ذرا دیکھو نگاہِ معتبر سے

الکبیرُ

ہوا ہے اور نہ ہوگا کوئی تم سا خوبرو پیدا
ہوا ہے اور نہ ہوگا کوئی مجھ سا ہوبہو پیدا

خدانخواستہ دونوں کی صورت ایک ہی ہوتی
تو پھر دیدار کی ہرگز نہ ہوتی آرزو پیدا

خودی کو دیکھنا خود سے بہلنا خود میں گم رہنا
بڑی مشکل سے ہوتی ہے بشر میں ایسی خو پیدا

جسے کہتے ہیں تو میری حقیقت کا ہے اک پرتو
اُسی تُو سے ہوں میں پیدا اسی میں سے ہے تو پیدا

حدِ ادراک میں دیکھو تو میں بھی اور تو بھی ہیں
حدِ ادراک سے باہر نہ میں پیدا نہ تو پیدا

میں تجھ میں ہوں تو مجھ میں ہے نہ میں تجھ میں نہ تو مجھ میں
خیال میں و تو سے ہے خیال میں و تو پیدا

حقیقت کھل گئی سب میں و تو کی شکر ہے رضواںؔ
کہ اب دِل میں نہ ہوگی میں و تو کی جستجو پیدا

الکبیر

ذکرِ انی انا اللہ کیا ہوں | مانتے کیوں نہیں میں خدا ہوں

گنجِ مخفی سے باہر ہوا ہوں | مانتے کیوں نہیں میں خدا ہوں

تھی مجھے فکر خود جاننے کی | آپ اپنے کو پہچاننے کی

شکلِ آدم میں ظاہر ہوا ہوں | مانتے کیوں نہیں میں خدا ہوں

نہ کوئی مجھ سے پیدا ہوا ہے | نہ کوئی مجھ کو پیدا کیا ہے

نہ کسی کو میں پیدا کیا ہوں | مانتے کیوں نہیں میں خدا ہوں

ہے وری الوریٰ ذات میری | قابلِ فکر ہر بات میری

میں سمندر ہوں خود بُلبلا ہوں | مانتے کیوں نہیں میں خدا ہوں

آسماں پر احد میں ہی احمد | فرش پر بن کے خود میں محمدؐ

پھر بشر بن کے میں چھا گیا ہوں | مانتے کیوں نہیں میں خدا ہوں

نہ ازل سے میری ابتدا ہے | نہ ابد تک میری انتہا ہے

میں ہی خود ابتدا، انتہا ہوں | مانتے کیوں نہیں میں خدا ہوں

میں کہیں رسولِ خُدا ہوں | اور کہیں پر میں رب العُلیٰ ہوں

ہے لقب میرا بندہ بجا ہوں | مانتے کیوں نہیں میں خدا ہوں

خلق میری ہی پرچھائیاں ہیں | ہم سمجھتے ہیں رضواں میاں ہیں

میں نہ اچھا ہوں اور نہ بُرا ہوں | مانتے کیوں نہیں میں خُدا ہوں

الکبیرُ

حل کرو پہلے معمہ ہے اہم اکیس[۲۱] کا
سر پہ باندھے ہو عمامہ ایک سو چھتیس[۱۳۶] کا

لا کے معنی ہیں نہیں کے یا طلب کے ہیں کہو
کس طرح عقدہ کھلے گا یا خدا اکتیس[۳۱] کا

کس کو کہتے ہیں خدا کچھ کچھ سمجھ میں آگیا
راز چھ سو پانچ میں ہے بھید چھ سو بیس کا

کیوں کروں انکار کسی کا میں کوئی کافر نہیں
ہے نظر کے سامنے نقشہ میرے چھتیس[۲۶] کا

جل رہا ہے نور میں دوزخ کی عارف رات دن
ہے عجب دیوانہ یہ دم بھر رہا ہے تیس[۳۰] کا

ہے بڑی لذت جو ہر اک بیس[۲۰] کی چکر میں ہے
پڑھ سبق اب بیس[۲۰] کا دعویٰ نہ کر بتیس[۳۲] کا

۱۱۷ مکان نمبر ہے رضوانؔ آپ کا
اس عمارت میں ہی پوشیدہ ہے راز انیس[۱۹] کا

الکبیر

یہ جھگڑے ایسے جھگڑے ہیں یہ جھگڑے ہیں وتو کے ہیں
جدھر پلٹے ادھر چھبتے یہ کانٹے گھوگرو کے ہیں

نکل پردے سے ائے پردہ نشیں چہرا دیکھا اپنا
جو تیرے سچے عاشق ہیں یتری صورت کے بھوکے ہیں

نہ جس کا کوئی ثانی ہے نہ جس کا کہیں سایہ
قسم اللہ کی ہم شیفتہ اس خوبرو کے ہیں

قسم اللہ کی بے صورتی کا نام ہے اللہ
جو صورت لے کے آئے ہیں یہ نقشہ وحدہٗ کے ہیں

زمیں کیا آسماں کیا آسماں سے لامکاں تک بھی
جدھر دیکھو اُدھر چرچے ہماری جستجو کے ہیں

ہماری پاک نیت پر لگا دو مہر تقویٰ کی
الگ ہیں غسل کے چشمے الگ چشمے وضو کے ہیں

خوشی ان کی خوشی اپنی رضا اپنی رضا ان کی
ہماری وہ تمنا ہیں ہم ان کی آرزو کے ہیں

میری نس نس کہا کرتی ہے حق حق شکر ہے رضواںؔ
قیامت میں گواہی کے لئے قطرے لہو کے ہیں

الکبیر

یہ راز کھلا ہم پر اسرار خلافت میں
بندہ ہے شریعت میں مولیٰ ہے حقیقت میں

اقرار و صداقت کا انجام خدا جانے
پتھروں نے گواہی دی شیشوں کی عدالت میں

سچ ہے کہ یہاں ان کی پہچان ضروری ہے
پہچان کا ساماں ہے خود اپنی تلاوت میں

بہروں کو سُنائی دے اندھوں کو دکھائی دے
یہ حکم سنائے ہیں نسبت کی حکومت میں

شیطان کی برائی پر تحقیق کئے جاؤ
تعریف ہے کیوں حق کی ابلیس کی لعنت میں

اقرار تو کر لینا آساں ہے بہت لیکن
اقرار نبھا لینا مشکل ہے شریعت میں

روح نفس دل و جاں میں مت ڈھونڈھ انہیں اضواؔ
ہرگز وہ نہیں رہتے بوسیدہ عمارت میں

الکبیر

سکون دل کی مت امید رکھ ان خانقاہوں سے
جہاں پر دیکھا جاتا ہے حقارت کی نگاہوں سے

الٰہی کیا نہیں ہیں مردِ مومن اس زمانے میں
کہ تقدیریں بدل جا سکتی ہیں جن کی نگاہوں سے

ابھی ہیں اور کیا کیا سختیاں آگے خدا جانے
یہاں تک تو گذر کر آئے ہیں پُر خار راہوں سے

نہیں معلوم ایسے ظالموں کا حشر میں کیا ہوگا
جو کھیلا کرتے ہیں دن رات مظلوموں کی آہوں سے

کسی کی خیر خواہی بھی ہماری جان لیوا ہے
خُدا محفوظ رکھے ہم کو ایسے خیر خواہوں سے

نہ جانے بند کب ہونے کو ہے توبہ کا دروازہ
یہ ہی ہے وقت توبہ کیجئے اپنے گناہوں سے

ہمارے چاہنے والوں میں کچھ ایسے بھی ہیں رضوانؔ
لگا لیتے ہیں سینے سے گراتے ہیں نگاہوں سے

الکبیر

یہ خلاصہ ہے کتاب عشق کی تحریر کا
آدمی خود شیفتہ ہے اپنی ہی تصویر کا

میں زمیں پر ہوں مگر پرچھائیاں ہیں عرش پر
مختصر سا ہے تعارف عشق کی زنجیر کا

معرفت میں ہم چلے تھے اور کا کرنے شکار
خود نشانہ بن گئے، ہم آپ اپنی تیر کا

جب ہوئی پہچان خود کی یہ سمجھ میں آگیا
سارا عالم ہے خلاصہ عرش کی تحریر کا

چھوڑ قسمت کا لکھا خود ہاتھ سے تقدیر لکھ
کون ہے کاتب گلہ کیوں کاتب تقدیر کا

صاف کہہ دوں گا کہ طاقت میری تھی یا آپ کی
وہ اگر محشر میں لیں گے امتحان تقدیر کا

لوگ کہتے ہیں کہ رضواں شاعری میں آپ کی
رنگ غالبؔ کا ہے کچھ اقبالؔ کا کچھ میرؔ کا

اَلکبیرُ

وہ آخر کون ہے جو دیکھتا ہے من کی چلمن سے
کبھی باہر نکلتا ہی نہیں وہ تن کے آنگن سے

نہیں معلوم ہیں وہ یا نہیں ہیں وہ ہی جانے
مگر اپنا تو ہونا مستند ہے اپنے ہے پن سے

خدا لاکھوں ہیں آدم ایک سنتے آئے تھے لیکن
مگر اس کی ہوئی تصدیق ہم کو دور درشن سے

رسول آئینہ ہے دکھتا سو بندہ دیکھتا سوں حق
ملا ہے درس ایسا من عرف کے پاک درپن سے

شراب معرفت کی لت نہ چھوٹی ہے نہ چھوٹے گی
الٰہی کیا کریں عادت پڑی ہے اس کی بچپن سے

لگا کر کان ہم بیٹھیں ہیں رضواںؔ صوت انحد پر
کبھی تو دید کی لذّت ملے گی شیشہ من سے

الکبیر

فرشتوں نے مجھے جس وقت پر سجدہ کیا ہو گا
تو کیا سبحان ربّ الاعلیٰ سجدے میں کہا ہو گا

کیا ہو گا رکوع بھی یا کہ سجدہ ہی کیا ہو گا
رکوع جب تک نہ ہو پھر کس طرح سجدہ ادا ہو گا

بجا ہے طور گرچہ جلوۂ حق سے جلا ہو گا
خدائے عزّ و جل اس وقت پر کس جا رہا ہو گا

محل تعمیر جب وہ دونوں دریچوں کا کیا ہو گا
تو پھر اندر وہ داخل کس دریچے سے ہوا ہو گا

وہ کہہ کر نحن اقرب جس گھڑی تن میں بسا ہو گا
تو پھر اس وقت کا عالم بظاہر کیا رہا ہو گا

خدا خود بن کے آدم گر زمیں پر آ گیا ہو گا
تو پھر اب آسماں پر کون ہو گا اور کیا ہو گا

وہ کل ارواح جب قالو بلا کہہ کر اُٹھے ہوں گے
وہ صورت کیا رہی ہو گی وہ عالم کیا رہا ہو گا

بہت کوشش سمجھنے کی کیا لیکن نہیں سمجھا
حقیقت اس کی کیا ہو گی خلاصہ اُس کا کیا ہو گا

یہ سب کہنے کو کہتا ہوں مگر یہ خوف ہوتا ہے
کیسے معلوم سن کر کس کے دِل کا حال کیا ہو گا

وہ تھا جب ذات میں کس نام سے موسوم تھا رضواںؔ
سمجھ میں کچھ نہیں آتا کہ وہ کب رب بنا ہو گا

الکبیر

تصور میں تیرے صبح و شام رہنا محبت نہیں ہے تو پھر اور کیا ہے
تہہ دل سے ہر دم تیرا ذکر کرنا عبادت نہیں ہے تو پھر اور کیا ہے

سنو اے طریقت کے جھٹلانے والو کہ جب تم طریقت سے واقف نہیں ہو
پھر اہل طریقت پہ تہمت اٹھانا جہالت نہیں ہے تو پھر اور کیا ہے

نہیں بیر مجھ کو شریعت سے لیکن مگر سن تو لو اے شریعت پرستو
کہ بِن سوچے سمجھے عبث سر جھکانا حماقت نہیں ہے تو پھر اور کیا ہے

حقیقت بیانی سے ڈرتا نہیں میں حقیقت حقیقت ہی ہو کر رہے گی
میں بندہ ہوں لیکن ہوں شکلِ خدا میں حقیقت نہیں ہے تو پھر اور کیا ہے

ذرا اس کی یہ فتنہ سازی تو دیکھو بنا کر مجھے خود وہ اپنا خلیفہ
کیا مجھ سے پردہ وہ خود مجھ میں چھپ کر شرارت نہیں ہے تو پھر اور کیا ہے

کہو آج رضواںؔ وہ مردہ دلوں سے کہ دل جن کے کلمہ سے خالی پڑے ہیں
تو پھر ان کے حق میں بروزِ قیامت ندامت نہیں ہے تو پھر اور کیا ہے

الکبیر

بنا کے تارِ نفس کا جھولا خدا نبی ؑ کو جھلا رہا ہوں
اور ان کو کلمے کی لوریوں سے ہر ایک لمحہ منا رہا ہوں

خدائی گھر میں ہے کارفرما خدا میں بن کر خدا بنایا
میں وہ خدا ہوں کہ خود خدا کو خدائی کرنا سِکھا رہا ہوں

کہیں ہوں تکرار سہ نکاتی کہیں ہوں میں شش جہت کا نکتہ
کہیں معمہ ہوں پنجتن کا جو نوں محل میں کُھلا رہا ہوں

کہاں ہوں اہلِ نظر سے پوچھو ہوں کیسا اہلِ خرد سے پوچھو
میں روپ اپنا بدل بدل کر نئے تماشے دکھا رہا ہوں

کہیں پہ لا بن کے میں کھڑا ہوں کہیں کھڑا ہوں اِلٰہ بن کر
میں رمزِ الا اللہ خود ہی بن کر میں خود ہی ہو میں رہا ہوں

میں خود احد تھا میں خود ہی احمد میں خود کو جانوں تھا میرا مقصد
بنا کے اک آئینہ جہاں کو میں آپ اپنے کو پا رہا ہوں

الکبیرُ

احد کا ہے بھید شکل آدم ہے جس کا مظہر یہ جسم خاکی
جدھر بھی دیکھو گے میں ہی میں ہوں میں آ رہا ہوں میں جا رہا ہوں

میں ہی کہا ہوں والفقرُ فخری میں ہی کہا ہوں والفقر منی
ہے مشغلہ جن کا فقر و فاقہ میں ان کا اپنا بنا رہا ہوں

میں آپ اپنے سے بے خبر ہوں میری حقیقت خدا ہی جانے
کہا کس نے وہ کہہ دیا ہوں سنا ہے جو کچھ سُنا رہا ہوں

بجا یہ ارشادِ حق ہے رضواںؔ کہا لکُ اجر مَا نَوَیتُ
جو میری نیت کا تھا تقاضہ بفضلِ حق میں وہ پا رہا ہوں

الکبیر

اہل نظر سے پوچھ کے دیکھو کہ کیا ہوں میں
کیونکہ بہت قریب سے دیکھا گیا ہوں میں

بندہ کہیں خدا کہیں نُورِ خدا ہوں میں
نظروں میں کائینات کی کیا کیا بنا ہوں میں

زاھد سمجھ رہا ہے حرم میں چُھپا ہوں میں
کیا جانے برہمن کی نگاہوں میں کیا ہوں میں

کہتے ہیں اہل فہم کہ خود ہی خدا ہوں میں
ناداں سمجھ رہے ہیں خُدا سے جُدا ہوں میں

بندہ نما کہیں تو کہیں حق نما ہوں مَیں
وحدت کا راز فلسفہ لَا اِلَا ہوں میں

بندے کا بندہ بن کے خدا ہو گیا ہوں میں
حل کیجئے کہ ایک معمّہ بنا ہوں میں

دکھتا نہیں تو زاہد آنکھوں کو پھوڑ لے
ناداں یترے سامنے کب سے کھڑا ہوں میں

حل کر کے نکتے رات و دِن نا بود بود کے
محسوس کر رہا ہوں کہ خود ہی خدا ہوں میں

دست یقیں سے دامن محبوب تھام کر
لاریب جس جگہ بھی گیا چھا گیا ہوں میں

رِضواں یہ اپنے اپنے تخیّل کا پھیر ہے
ہر شخص کے خیال میں کیا جانے کیا ہوں میں

الکبیر

برائے نام ہے رضواںؔ مسلماں کی مُسلمانی
نہ روح میں عشقِ احمد ہے نہ دل میں عشقِ ربّانی

ارے بندے ارے گندے بنا دل آئینہ خانہ
ہے دل میں بغض و کینہ یہ کہاں کی ہے مُسلمانی

نماز ظاہری سے ہی مسلماں گرچہ کہلائے
تو پھر تم کو مبارک زاہدو ایسی مُسلمانی

کہاں کا فرق کس کا فرق فرقہ واریت کیسی
یہ ہی ہیں چار عناصر آگ مٹی اور ہوا پانی

خدارا چشمِ باطن کھول ظاہر پہ جا ہرگز
جو ظاہر ہے وہ شیطانی جو باطن ہے رحمانی

بُرا سمجھوں کِسے اچھا کِسے لعنت کروں کس پر
فقط اللہ ہی اللہ ہے بجز اس کے نہیں ثانی

رسولِ پاک کا صدقہ ملا در غوث اعظمؓ کا
کرم سے پیر و مرشد کے مِلا ہے جام عرفانی

خُدا ہرگز نہ کہلایا خُدا اس وقت تک رضواںؔ
صفات و ذات جب تک اپنی وہ جانی نہ پہچانی

الکبیر

میری بندگی ہے لاحد تیری محدودِ حرم ہے
تیری بندگی سے زاہد میری بندگی اہم ہے

ترا سر حرم میں خم ہے میرا سر ہے پائے بت پر
تیری بندگی کی عظمت میری بندگی سے کم ہے

میری بحرِ بندگی کا نہیں دوستو کنارہ
میں اسی میں غوطہ زن ہوں کہاں مجھکو فکر و غم ہے

مجھے آرزو نہیں ہے یہ متاع دو جہاں کی
میں اسی میں آج خوش ہوں میرا یار مجھ میں ضم ہے

وہ نماز پڑھ رہا ہوں نہیں جس میں قید سجدہ
یہ نماز عاشقاں ہے یہ عبادت صنم ہے

میں پڑھوں نماز کس کی ذرا یہ بتا نا زاہد
کہ جسے ہے سجدہ جائز وہ تو میرے دل میں ضم ہے

میں ہوں بندۂ محبت کہ ہیں کفر و شرک مجھ میں
میرا دل ہی بُتکدہ ہے میرا دِل ہی خود حرم ہے

فقط پائے یار سے ہی میری جبیں کی نسبت
سدا پائے یار پر ہی یہ سر نیاز خم ہے

کہوں کیا زبانِ بد سے ہے خُدا گواہ رِضواںؔ
میرے حال پر جو ہر دم میرے پیر کا کرم ہے

الکبیر

الف میں راز وحدت کا نہاں ہے
تو ب سے وحدت و کثرت عیاں ہے

الف کے پیٹ میں ہے ذات مضمر
صفات اک ب کے نکتے سے عیاں ہے

الف آتا نہیں بندے میں ہرگز
اِدھر آدم میں دیکھو ب کہاں ہے

تو پھر آدم و بندے میں ہے کیا فرق
ہے آدم کون اور بندہ کہاں ہے

مقام ہا میں دیکھو میں ہوں آدم
میں بندہ ہوں یہ ہُو ہی سے عیاں ہے

ہے ب کے نکتے ہی سے نون ظاہر
کبھی نیچے کبھی اوپر عیاں ہے

اگر سب کچھ ہے تُو تو میں کہاں ہوں
اگر سب کچھ ہوں میں تُو تو کہاں ہے

علاحدہ نام ہے ہر اک عضو کا
تو پھر یہ لفظ میں کیا ہے کہاں ہے

اگر ہے بندہ اوپر اللہ نیچے
تو پھر یہ حضرت آدم کہاں ہے

میرے محبوب سے ہر راز پایا
نہ پاؤں کیوں وسیلہ درمیاں ہے

زباں مت کھول گستاخی ہے رِضواں
چھپا رکھ راز گر تو راز داں ہے

اَلْکَبِیْرُ

فقط اتنا کہا تو ہو گئی دُنیا خفا مجھ سے
کہ تخلیق دو عالم کی ہوئی ہے ابتدا مجھ سے

خُدا جانے اگر اس طرح سے کہتا تو کیا ہوتا
خدا سے میں ہوا پیدا ہوا پیدا خدا مجھ سے

یہ کہتا ہوں جو وحدت پر تو یوں محسوس ہوتا ہے
میں سب میں ہوں ہے سب مجھ میں نہیں کوئی جُدا مجھ سے

خُدا سے مِلنے کی خواہش ہے تو مجھ سے ملو آکر
بہت ہی آج کل مل جل کے ہے میرا خُدا مجھ سے

رگوں میں دم بدم بھرتا ہوں دم میں اپنے ہمدم کا
نہیں ممکن کہ پھر ہمدم رہے میرا جدا مجھ سے

نہ طاقت ہے سمجھنے کی نہ سمجھانے کا مادہ ہے
مگر ناحق الجھ جاتے ہیں اکثر پارسا مجھ سے

سمجھ لوں گا یہ رِضواں میں کہ میری خوش نصیبی ہے
صحیح کلمہ اگر ایک بار ہو جائے ادا مجھ سے

الکبیر

اس کی قدرت کا قائل ہوں لیکن اس کا منکر ہوں ایسا نہیں ہے
کیسے ایمان لے آؤں اس پر آج تک اس کو دیکھا نہیں ہے

عالم الغیب ہے وہ یہ سچ ہے یہ تو ہیں اک لڑکپن کی باتیں
ہاں مگر دید بِن عشق کرنا عاشقوں کا شیوہ نہیں ہے

اے حرم مکینو بتانا عشق میں تم کہاں تک ہو پہنچے
تم بھی قرآں پڑھتے ہی ہوں گے کیا کبھی تم نے سوچا نہیں ہے

کام جو کچھ بھی کرنا ہے کرنا وقت سے پہلے مرنا ہے مرنا ہے
تب کہیں جا کے دیدار ہو گا یہ حقیقت ہے دھوکہ نہیں ہے

کوئی تو میری قسمت جگاؤ مجھ کو میرے صنم سے ملاؤ
ایک میں ہوں اندھا تو کیا ہوا کیا کوئی آنکھ والا نہیں ہے

کس طرح سے وہ ہم کو بنایا کس طرح سے وہ ہم میں سمایا
کیسے سمجھے گا وہ یہ معمّہ اپنے خود کو جو سمجھا نہیں ہے

شیخ کامل سے میں نے جو پوچھا ان کے سایے کی کیا ہے حقیقت
مسکرا کر کہا شیخ نے یوں دیکھ تیرا ابھی سایا نہیں ہے

دید کی کیا شکایت ہو رضواںؔ کچھ نظر کو سلیقہ سکھاؤ
اپنی آنکھوں پہ پردہ ہے شاید وہ کبھی زیر پردہ نہیں ہے

الکبیر

نکتہ یہ میں نے دیکھا ہے ام الکتاب میں
غیبت ہے اُن کا ذکر اگر ہو غیاب میں

باطن کے معنی بند ہیں ظاہر کے ہیں کھلے
دونوں کے معنی ایک ہیں ام الکتاب میں

کہتے ہیں جس کو علم حجاب کبیر ہے
ناداں کسے تو ڈھونڈھ رہا ہے حجاب میں

دل ذاتی ملکیت ہے خود اپنی سنبھل کے چل
اس میں خدا ہے کہہ کے پڑا کیوں عذاب میں

تیرے ہی جلوے تیرے خیالوں کا عکس ہے
ناداں جسے تو غیر سمجھتا ہے خواب میں

دنگل میں معرفت کے آلنگوٹ باندھکر
یہ راہ وہ ہے کوئی رہنہیں ہے حساب میں

رضواں خودی میں خود کی حقیقت تلاش کر
حل من عرف کا ہوگا خودی کی کتاب میں

اَلْكَبِيْرُ

میں نہ بندہ نہ خدا ہوں تننا نا ہا یا ہُو
دونوں علت سے جدا ہوں تننا نا ہا یا ہُو

ہے میرے ادنیٰ و اعلیٰ سے حقیقت میری
میں نہ اچھا نہ بُرا ہوں تننا نا ہا یا ہُو

وہ صحیفہ ہوں کہ تحریر ہے سارا عالم
ایسا میں نکتہ نما ہوں تننا نا ہا یا ہُو

ساری خلقت تو میرے عشق کا دم بھرتی ہے
کوئی سمجھا نہیں کیا ہوں تننا نا ہا یا ہو

عرش کہتے ہیں جسے ڈھونڈھو وہیں پر مجھکو
ہو کے ظاہر میں چھپا ہوں تننا نا ہا یا ہُو

زندگی میں نے ہی بخشی ہے زمانے بھر کو
ایسی میں آب و ہوا ہوں تننا نا ہا یا ہُو

نہ کوئی مجھ کو جنا ہے میری ہستی کی قسم
نہ کسی کو میں جنا ہوں تننا نا ہا یا ہُو

کیا وہ سمجھیں گے مجھے عقل کے اندھے رضوانؔ
صورت لا میں اِلٰہ ہوں تننا نا ہا یا ہُو

الکبیر

مظہر حق بن گیا بندہ ہوا تو کیا ہوا
ہو گیا مقصد اب آ گے کیا ہوا تو کیا ہوا

یوں نفی خلقت کی کرنے سے نفی ہوتی نہیں
کلمۂ طیب میں پہلے لاؔ ہوا تو کیا ہوا

من عرف کے درس میں اللہ بنیٔ بے دخل ہیں
غیر ہیں سب واسطہ کس کا ہوا تو کیا ہوا

ہم نگاہ عقل سے دیکھیں ہیں اس کو بار ہا
لاکھ وہ ہم سے پسِ پردہ ہوا تو کیا ہوا

عرش کو سمجھے ہوا اوپر نیچے دکھلاؤں نگاہیں
عرش ہے مولیٰ کا گھر کیسا ہوا تو کیا ہوا

سب حق ہی حق ہے وہ بندہ ہو کہ یا شیطان ہو
پھر کسی کو حق کا گر دعویٰ ہو تو کیا ہوا

زندگی میں کفر کے فتوے ملے رضواںؔ ہمیں
بعد مُردن قبر پر سجدہ ہوا تو کیا ہوا

الکبیر

اے کاتبِ قسمت سچ بتلا کیا گردشِ قسمت عام نہیں
کیوں میری گلی میں صبح نہیں کیوں اُن کی گلی میں شام نہیں

خم ہونا گنہ ہوں کے آگے بندوں کی یہ ادنیٰ فطرت ہے
منہ موڑنا ایسے بندوں سے یہ اہلِ کرم کا کام نہیں

وہ بت جو تراشے ہیں میں نے رکھتے ہیں بڑی قدر و قیمت
بے دام و درم نیلام ہوں میں کیا میرے لئے کچھ دام نہیں

فہرست میرے اعمال کی گر لکھتے ہیں فرشتے لکھنے دو
محشر میں وہ کیا کام آئے گی جس پر کہ میرا ابہام نہیں

کیوں آج زمانے کی مجھ پر انگشت نمائی ہوتی ہے
مانا کہ محبت میں رضواںؔ ناکام تو ہے بدنام نہیں

اَلکَبیرُ

نہیں کو تو ابھی سمجھا نہیں ہے
نہیں ہے کی نہیں ہیں کیا نہیں ہے

اگر ہے تو بتا ہے کون حاضر
نہیں ہے تو بتا کہ کیا نہیں ہے

نہیں معلوم میں ہوں یا نہیں ہوں
خبر کس کو کہ وہ ہے یا نہیں ہے

نہیں کیا ہے بتاؤ چیز ہے کیا
کہاں کیا ہے کہاں پر کیا نہیں ہے

اُسے اس طرح سے دیکھا ہیں نے
کہ جیسے آج تک دیکھا نہیں ہے

میں اُس جیسا ہوں پر ویسا نہیں ہوں
وہ مجھ جیسا ہے پر ایسا نہیں ہے

نہیں ہے کو وہ کیا سمجھے گا رضواںؔ
جو اپنے آپ کو سمجھا نہیں ہے

الکبیر

غفلت کے پٹ کھول رے ناداں غفلت کے پٹ کھول
بھول جا خود کو جان لے رب کو وقت ہے یہ انمول
اے ناداں غفلت کے پٹ کھول

ہا ھُو ہے کی ڈور بٹا کر۔ کلمے کے دو پھلے بنا کر
دم کا کانٹا اس کو لگا کر۔ اللہ نبی کو اس میں بٹھا کر
نیکی بدی کو تول رے ناداں غفلت کے پٹ کھول

لا کے کنواں میں خود کو کھولے : آب الہٰ سے دِل کو دھولے
تن من اِلّا اللہ سے ڈولے : رگ رگ تیری کلمہ بولے
پہلے فرض کو مول ائے ناداں غفلت کے پٹ کھول

کیا ہے شریعت کیا ہے طریقت : مل کامل سے جان حقیقت
رکھ کر نسبت پا جا وصلت : جان یہاں پر مُہرِ نبوّت
عقل کی آنکھیں کھول رے ناداں غفلت کے پٹ کھول

راز چھپاؤں خوب ہے رِضواں : فاش کروں معیوب ہے رضواں
حکم نذرِ محبوب ہے رِضواں : صُمٌ بُکمٌ خوب ہے رضواں
راز کسی سے نہ بول ائے ناداں غفلت کے پٹ کھول

الکبیر

ہے بحث غلط میں تو کی یہاں یا تو ہونا یا میں ہونا
جو کچھ ہے عیاں جو بھی ہے نہاں یا تو ہونا یا میں ہونا
موجود ہوں میں بھی اور تو بھی توحید میں تو کیا معنی
گر تو ہے عیاں پھر میں ہوں کہاں یا تو ہونا یا میں ہونا
تحقیق میں در در بھٹکا میں تو کار ہا ہر دم کھٹکا
آخر کو ہوا خود پر یہ گماں یا تو ہونا یا میں ہونا
منفی بھی تو تیری مشکل ہے مثبت بھی تو میری سہل نہیں
دو مل کے ہوئے ہیں ایک یہاں یا تو ہونا یا میں ہونا
اک عارف کامل سے پوچھا میں تو کی حقیقت کیا ہوگی
رو رو کے کہا کیا بولوں میاں یا تو ہونا یا میں ہونا
میں غیب میں اور تو ظاہر میں یا غیب میں تو میں ظاہر میں
کرتی ہے خرد تسلیم کہاں یا تو ہونا یا میں ہونا
میں دونوں جہاں کا دور کیا ہر شئے پہ بہت غور کیے
بس اک ہی شئے ہر جا پہ عیاں یا تو ہونا یا میں ہونا
مانے یا نہ مانے صاحب دیں لائے یا نہ لائے کوئی یقیں
ارباب تصوف کا ہے بیاں یا تو ہونا یا میں ہونا
ہے ایک جسد اور ایک ہی جاں ہو اور کوئی ہے وہم گماں
اک نیام میں دو تلوار کہاں یا تو ہونا یا میں ہونا
ہو ذکر مگر یہ یاد رہے توحید میں رضواں شاد رہے
ہے ذکر دوی سے شرک عیاں یا تو ہونا یا میں ہونا

الکبیر

وہ لام ابلیس و اللہ کے جو نام میں ہے
یہی وہ لام ہے جو تیرے احتلام میں ہے

ہے احتلام میں لام اور حمل میں بھی لام
یہ دونوں لام بتا جذب کس کے نام میں ہے

وہ میم کونسے ہیں دو جو ہیں محمدؐ میں
وہ میم کونسا ہے پھر جو احتلام میں ہے

زباں تو کہتی ہے ہرگز نہیں ہے میم میں لام
اُسی سے یہ بھی سنا ہے کہ میم لام میں ہے

ہوئی ہے نون سے گرچہ کہ نور کی آمد
تو پھر جو نون زنا میں ہے کیوں حرام میں ہے

حلال میں بھی ہیں دو لام کونسے ہیں وہ
بتا وہ کونسا ہے میم جو حرام میں ہے

ہے میم لام میں ضم یا ہے لام میم میں ضم
خلاصہ کر کے دکھا جو خیال خام میں ہے

مرید میں بھی ہے میم اور میم مرشد میں
یہ دونوں میم میں ہے کونسا جو لام میں ہے

ہے کاف لام الف میم میں رواں رضواں
بتا کہ کس کی روانی میرے کلام میں ہے

الکبیر

کبھی بھول کر اے حرم کے مکینوں شریعت جتانے کی کوشش نہ کرنا
خبردار اہلِ طریقت کے آگے کبھی لب ہلانے کی کوشش نہ کرنا

میرے عرش سے بھی ہے میرا تخیّل میرے عشق کی کوئی حد ہی نہیں ہے
مُصافِ طریقت میں میں گامزن ہوں مجھے ورغلانے کی کوشش نہ کرنا

مذاقِ عبادت نہیں ہے تو کیا ہے نہ ہو جبکہ سجدے میں دیداران کا
یہ توہینِ شانِ عبادت ہے غافل عبث سر جھکانے کی کوشش نہ کرنا

اگر حوصلہ عِشق کا ہے تو آؤ یہاں ہوش مندوں کے بھی ہوش گم ہیں
دگرنہ خبردار اے دنیا والو جحت میں آنے کی کوشش نہ کرنا

ابھی میں اٹھانے نہ پایا تھا لیکن کہا ہنس کے پیمانۂ معرفت نے
سنبھل جاؤ یہ جا مقام ادب ہے یہاں غل مچانے کی کوشش نہ کرنا

اگر دعویٰ میکش ہے تو آؤ کہ میخانۂ معرفت کھُل چکا ہے
کہیں ایک ہی بوند سے مست ہو کر کہیں پہ چھپانے کی کوشش نہ کرنا

میری میکشی ہی ہے میری عبادت میری بے خودی ہی ہے معراج میری
یہ اک راز ہے اس پہ اے دنیا والو کہ تہمت اٹھانے کی کوشش نہ کرنا

ہے خاموش رضواں نہ چھیڑو اسے یہ بہت دِل جلا ہے بڑا غمزدہ ہے
یہ بندوں میں بندہ خدا میں خدا ہے اِسے آزمانے کی کوشش نہ کرنا

الکبیر

بتلاؤ ہم سے ہٹ کے خدا اور کون ہے
پروردگار اپنے سوا اور کون ہے

ہم مالکِ خطا ہیں، ہمیں مالکِ جزاء
اب دینے والا ہم کو سزا اور کون ہے

اپنی انا کے آگے فرشتوں نے یوں کہا
مسجود اب تمہارے سوا اور کون ہے

نازل ہوا ہے سورۂ قُل اپنی شان میں
تفسیر لَم یَلِد کی ضیاد اور کون ہے

گنجِ خفی سے لائے ہیں ہم جس کو کھینچ کر
اس کا بتانے والا پتہ اور کون ہے

ابلیس و اللہ اور محمدؐ سے پوچھئے
تینوں کا راز اپنے سوا اور کون ہے

رضواںؔ سمجھ میں آ گئے معنی رسول کے
ہم ہی تو ہیں رسولِ خدا اور کون ہے

الکبیر

خوشی میں خفی سے نکل جا رہا ہے
خدا بندہ بننے مچل جا رہا ہے

نہ جانے خدا ہے کہ ذاتِ خدا ہے
یہ حوّا سے دِل تو مچل جا رہا ہے

حرم میں ہے آدم کی حُرمت کا جذبہ
حرم میں ہی دم خود نکل جا رہا ہے

ابھی تھا خودی پر ابھی ہے خُدا پر
کہ پل پل میں ایمان پھسل جا رہا ہے

خُدا وہ ہے جو اک پل میں اُچھل کر
کہ بندہ کے سانچے میں ڈھل جا رہا ہے

میرے شرک میں ان کی شرکت ہے رضواںؔ
جب ہی تو یہ قطرہ اُچھل جا رہا ہے

اَلکبیرُ

نمازِ وصل میں ہر اک ادا جوان ہوئی
جوانی ایسی کہ دونوں میں کھینچ تان ہوئی

حرم میں دم گیا پیوست جان سے جان ہوئی
نڈھال دونوں ہوئے دونوں کو تھکان ہوئی

عجیب لطف ہمیں خانۂ حرم میں ملا
نماز پہلے ہوئی بعد میں اذان ہوئی

میں کیوں نہ کرتا حقیقی نماز کو قائم
کہ ابتداء ہی میرے کان میں اذان ہوئی

یہی جس زمین میں تخم وجود بویا تھا
وہی زمین قیامت میں آسمان ہوئی

سمجھ میں آ گیا وہ راز دو کمانوں کا
نمازِ عشق کی جب کیفیت بیان ہوئی

زبان آپ کی طارق کو لگ گئی رضواںؔ
جب ہی تو آپ کی گویائی بے زبان ہوئی

سلام

کر رہا ہے لیجیۓ سرکار اک احقر سلام
آپ کی سرکار میں اک بندہ کمتر سلام

اے شہنشاہِ دو عالم، سبز گنبد کے مکیں
یا محمد مصطفٰے یا ساقیٔ کوثر سلام

آپ ہی کے نام سے چمکا ہے جھنڈا دین کا
اۓ حبیبِ کبریا، اۓ دین کے سرور سلام

تم سراپا نور ہو تم ہو سراپا نورِ حق
السلام اۓ نور ریز داں نور کے پیکر سلام

روزِ محشر کام آۓ گی شفاعت آپ کی
اۓ شفیع المذنبین اے شافعِ محشر سلام

عرش کی زینت ہو تم اور فرش پر رحمت ہو تم
دونوں عالم کے شہنشاہ اۓ میرے دلبر سلام

قلبِ رضواں چشمِ رضواں میں تمہیں ہو جلوہ گر
کیا نرالی شان ہے اۓ حق کے پیغمبر سلام

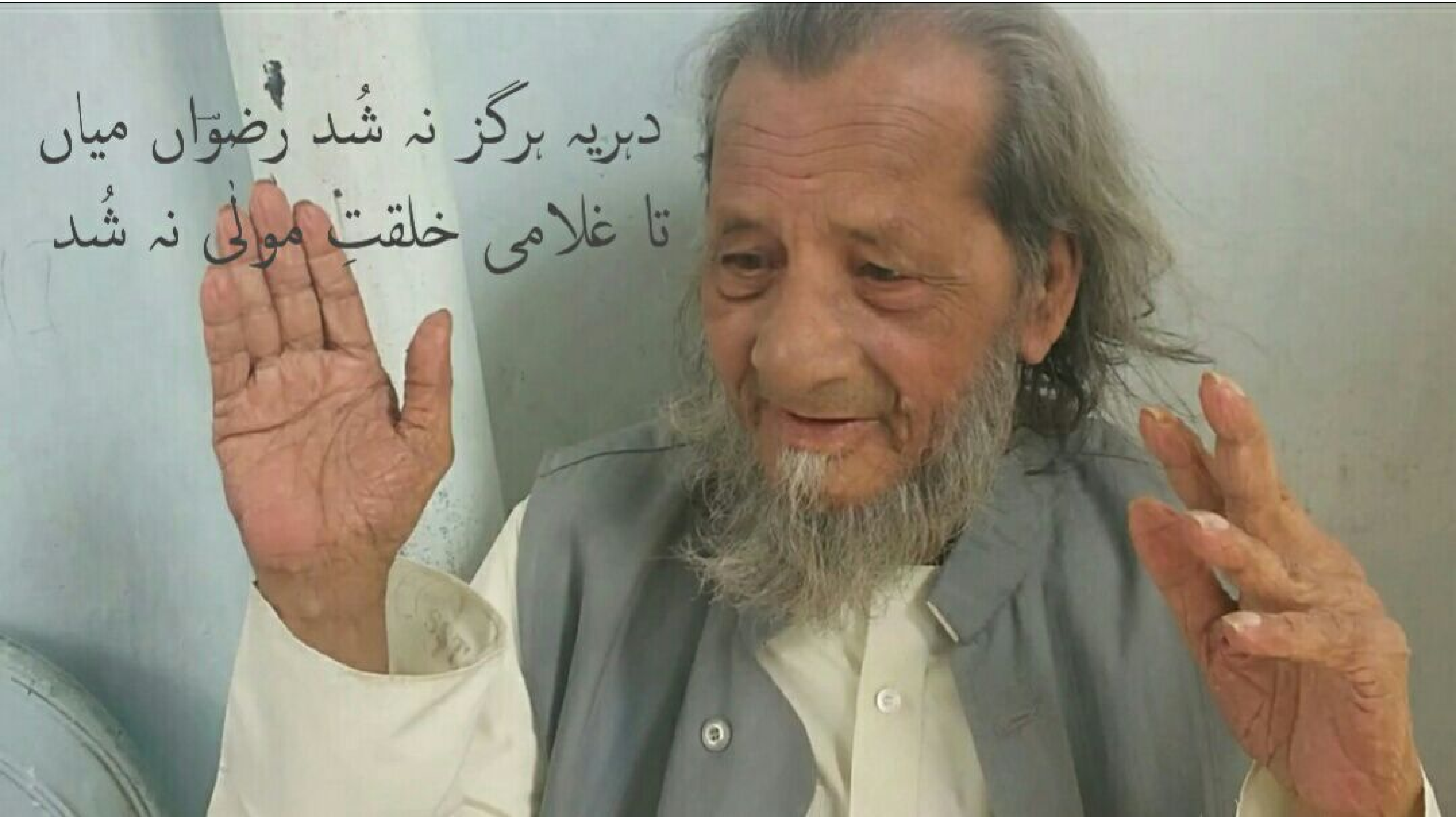
رباعیات

سجدہ ہے وہی سجدے سے پہلے ہو رکوع
گر رکوع نہ ہو سجدہ یہ ایسا کیے
تعظیم سے قدموں پہ جھکا سر رضواںؔ
سجدہ کی یہ تعظیم ہے سجدہ کیے

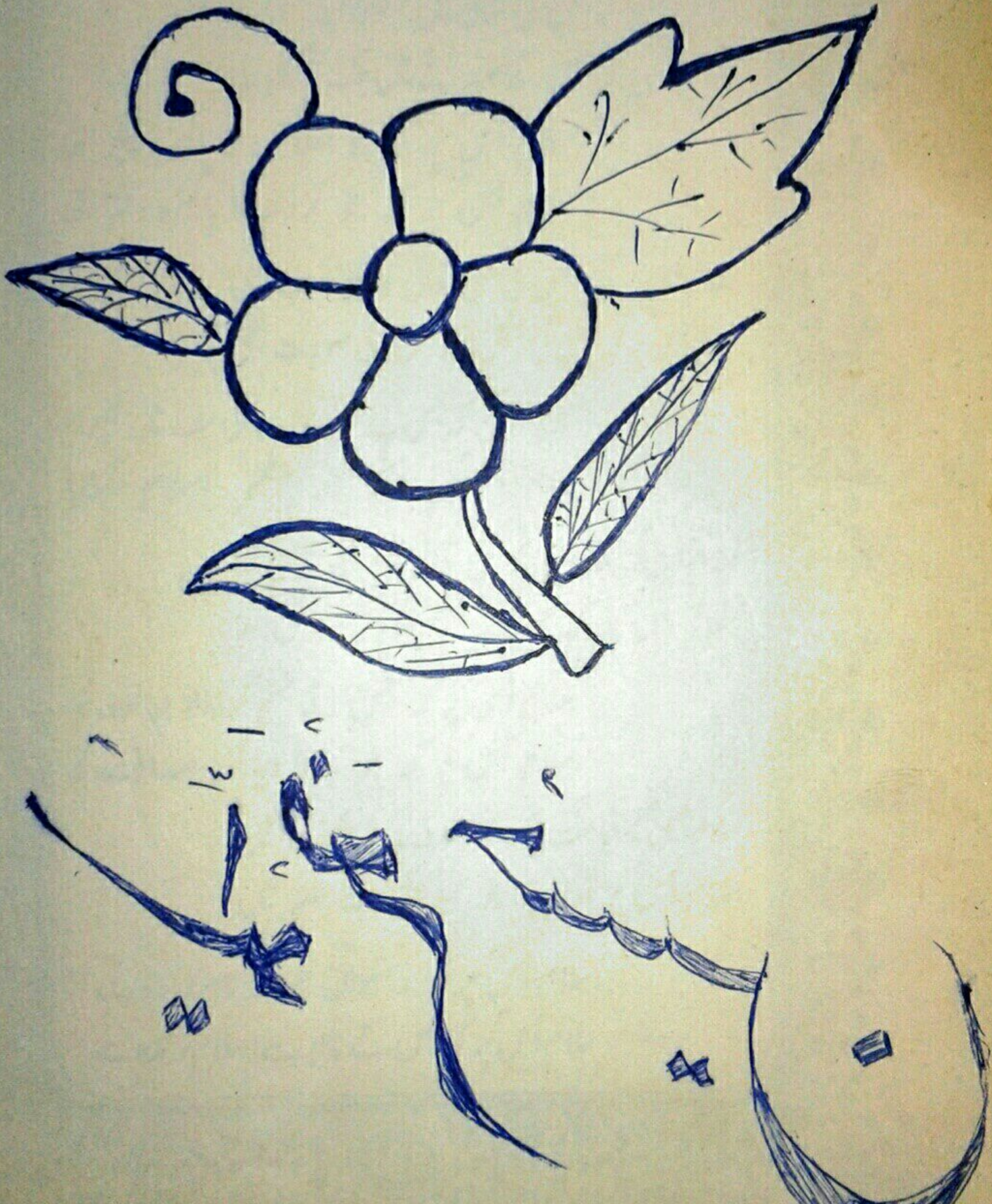
اے میکشو محفل میں ادب سے بیٹھو
کل اولیاء اللہ یہاں آتے ہیں
جبریل امیں نے یہ خبر دی رضواںؔ
سرکار بھی تشریف یہاں لاتے ہیں

رُباعیات

جو کچھ بھی پلانا ہے پلا دے ساقی
قسمت کو ٹھکانے سے لگا دے ساقی
سُنتا ہوں تری مے میں ہے سب راز و نیاز
اسرار کے پردوں کو اُٹھا دے ساقی


دہریہ ہرگز نہ شُد رضواں میاں
تا غلامی خلقتِ مولٰی نہ شُد

سیّد وَسیم الدین حُسین چشتی رضوانی



KULYAT-E-RIZWAN

Written by :

Hazrat Sufi Khaja

Syed Azizuddin Rizwan

Shah Qadri Chisti Ahmedi Nayebi Wal Mirzai Kohiri (RH.)

KHANKHA-E-LA'MAKAN
Kasal Shareef, Daulatabad,
Mandal Hatnora Dist. Medak

With best complements from :

Hazrat Syed Parvez Aziz Shah

Chisti Rizwani Nayebi Wal Mirzai

Jansheen Harzrat Rizwan Baba (rh.)